ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
19
www.tanzeem.org
12 تا 18 شعبان المعظم 1438ھ/9 تا 15 مئی 2017ء

آج ہم کہاں کھڑے ہیں؟

قومیں علم وآگہی سے بنتی اور ترقی کرتی ہیں۔قومیں نفرتوں، بے معنی اختلافات اور فسادات سے نہیں بلکہ اتحاد، اتفاق اور تدبیر سے آگے بڑھتی ہیں۔ہم اس سطح پر بھی دنیا کی بیشتر اقوام سے کمزور اور پیچھے ہیں۔ہم ''اِقرأ'' کی تلاوت کرتے ہیں اور آواز بلند کرتے ہیں۔علم کے تعلق سے اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کا بار بار اعادہ کرتے ہیں لیکن حصول علم کے شوق وجذبے سے عاری ہیں۔اس صورت میں اکیسویں صدی بھی ہمارے لیے یقیناً جہل ولاعلمی کی صدی ہوگی، وہ اس لیے بھی کہ ہم نے جو کچھ آج بویا ہے وہی کل کاٹیں گے۔میں سوچتا ہوں کہ ہم ہر دم اسلام کی تسبیح پڑھتے ہیں لیکن اپنے عمل سے ہم نے اپنے باطن میں اسلام کو مسترد کر رکھا ہے۔ہم انفرادی واجتماعی طور پر احکامِ قرآن کی جس طرح کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہے ہیں وہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ ہم نے اسلام کا نسخہ تو لکھوالیا ہے، لیکن نسخے میں لکھی ہوئی دوا استعمال کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔

معاملاتِ زندگی اور معاملاتِ انسانی کے متعلق قرآن پاک میں جو ہدایات آئی ہیں آپ ان کی فہرست مرتب کرلیجیے اور اس فہرست کو اپنے اعمال سے ملا کر دیکھئے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ ہم اسلام کے حوالے سے کہاں کھڑے ہیں؟

ڈاکٹر جمیل جالبی

اس شمارے میں

اونٹ رے اونٹ......
اللہ کی نصرت کے حق دار کون؟
مطالعۂ کلامِ اقبال
مسئلہ کشمیر: پاکستان کی پالیسی کیا ہے؟
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن......
خیانت
چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی
پاکستان کی مذہبی جمعیتیں

دعا کی قبولیت اور یحییٰ علیہ السلام کی بشارت

الھدیٰ (754)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ مَریَم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 5 تا 7

وَاِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ وَکَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا فَھَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا ۙ﴿۵﴾
یَّرِثُنِیۡ وَیَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ ٭ۖ وَاجۡعَلۡہُ رَبِّ رَضِیًّا ﴿۶﴾ یٰزَکَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِۣ
اسۡمُہٗ یَحۡیٰی ۙ لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِیًّا ﴿۷﴾

آیت ۵ ﴿وَاِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ﴾ ’’اور مجھے اندیشہ ہے اپنے بھائی بندوں سے اپنے بعد‘‘

مجھے اپنے ورثاء میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو میرے بعد ہیکل سلیمانی کا متولی اور میرا جانشین بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

﴿وَکَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا فَھَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا ﴿۵﴾﴾ ’’اور میری بیوی بانجھ ہے‘ تو تو مجھے خاص اپنے پاس سے ایک ولی عطا کر۔‘‘

یہاں ’’ولی‘‘ لفظ بہت اہم ہے‘ یعنی مجھے ایسا ساتھی عطا کر جو میرے مشن میں میرا دوست وبازو بن سکے۔

آیت ۶ ﴿یَّرِثُنِیۡ وَیَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ﴾ ’’جو وارث ہو میرا اور آلِ یعقوب کا‘‘

مجھے ایک ایسے ساتھی کی ضرورت ہے جو میری دینی وروحانی وراثت کو سنبھال سکے‘ اور میری وراثت کیا! یہ تو آلِ یعقوبؑ کی وراثت ہے۔ اس مقدس مشن کو آگے بڑھانے کے لیے مجھے ایک ایسا وارث عطا کر جو واقعی اس منصب کا اہل ہو۔

﴿وَاجۡعَلۡہُ رَبِّ رَضِیًّا ﴿۶﴾﴾ ’’اور اے میرے پروردگار! اس کو بنائیو پسندیدہ۔‘‘

یعنی ایسا لڑکا دیجیے جو اپنے اخلاق واعمال کے لحاظ سے تیری اور میری اور اچھے لوگوں کی پسند کا ہو۔

آیت ۷ ﴿یٰزَکَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِۣ اسۡمُہٗ یَحۡیٰی ۙ لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِیًّا ﴿۷﴾﴾ ’’اے زکریاؑ! ہم تمہیں بشارت دیتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہوگا‘ ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا۔‘‘

اس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی نظیر نہیں بنایا‘ یعنی اس جیسی صفات کسی میں پیدا نہیں کیں۔

فرمان نبویؐ

مرنے کے بعد صرف عمل ساتھ رہتا ہے

عَنۡ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم:
((یَتۡبَعُ الۡمَیِّتَ ثَلَاثَۃٌ فَیَرۡجِعُ اِثۡنَانِ وَیَبۡقٰی وَاحِدٌ‘ یَتۡبَعُہٗ اَھۡلُہٗ وَمَالُہٗ وَعَمَلُہٗ‘ فَیَرۡجِعُ اَھۡلُہٗ وَمَالُہٗ وَیَبۡقٰی عَمَلُہٗ))

(متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(مرنے کے بعد قبر تک) میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ دو چیزیں لوٹ آتی ہیں اور ایک چیز اس کے ساتھ رہتی ہے۔ (1) اس کا کنبہ اور رشتے دار (2) اس کا مال (3) اس کا عمل۔ (دفن کے بعد) پہلی دو چیزیں پلٹ جاتی ہیں اور اس کا عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔‘‘

تشریح: موت کے بعد آدمی کی تجہیز و تکفین ہوتی ہے۔ رشتہ دار اشکبار آنکھوں سے اسے سپردِ خاک کرتے ہیں۔ وارث اس کی جائیداد پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ پھر خون کے رشتہ داروں میں ماں‘ باپ‘ بیوی‘ بچوں وغیرہ میں سے کوئی مُردہ کے قریب نہیں جاتا۔ اے ادھر جانے والے! سوائے تیرے عمل کے (وہ برا ہے یا بھلا) اور کوئی چیز تیرے ساتھ نہیں جائے گی۔ بس تیرا عمل ہی تیرا رفیق اور وفا شعار دوست ہوگا۔

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

12 تا 18 شعبان المعظم 1438ھ جلد 26
9 تا 15 مئی 2017ء شمارہ 19

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اونٹ رے اونٹ......

اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی، اگرچہ جب یہ محاورہ تحریر و تقریر میں آیا، پاکستان تو اس وقت معرضِ وجود میں بھی نہ آیا ہو گا۔ لیکن یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کسی حکیم یا دانشور نے پاکستان کی ستر سالہ تاریخ پر بے ساختہ تبصرہ کیا ہو۔ جو لوگ یہ بات کہہ رہے ہیں بالکل درست کہہ رہے ہیں کہ دنیا میں کہیں ہوا ہے کہ حکومتِ وقت نے کسی مسئلہ پر ایک انکوائری کمیٹی بنائی ہو۔ وہ کئی ماہ بعد رپورٹ دے۔ وقت کا چیف ایگزیکٹو اس پر ایک نوٹیفکیشن جاری کرے اور اس حکومت کے ماتحت ادارے کا ترجمان اس پر ان الفاظ میں ٹویٹ کرے: "Incomplete not according to the report so rejected." یہ حشر ہوا ہے اس انکوائری باڈی کی رپورٹ کا جو ڈان لیکس کی تحقیقات کرنے کے لیے بنائی گئی تھی۔ اس انکوائری کمیٹی کو تشکیل دیتے وقت ہمارے وزیر داخلہ چودھری نثار نے کہا تھا کہ چند دنوں کی بات ہے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ یہ چند دن آٹھ ماہ میں ختم ہوئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ جس بحران کو ختم کرنے کے لیے یہ انکوائری کمیٹی بنائی گئی تھی، رپورٹ اور حکومتی نوٹیفکیشن کے بعد وہ بحران انتہائی خطرناک صورت حال اختیار کر گیا۔

ہم مزید تبصرہ سے پہلے قارئین کو یاد دلانا چاہیں گے کہ ڈان لیکس کیا تھیں یعنی مسئلہ کیا تھا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ وزیر اعظم ہاؤس میں اعلیٰ ترین سطح پر ایک اجلاس ہوا جس میں سیاسی اور عسکری قیادت شریک تھی، ملکی سلامتی کو درپیش اندرونی و بیرونی خطرات یک نکاتی ایجنڈا تھا۔ ایسے اجلاس کی سیکریسی یعنی رازداری ترجیح اول ہوتی ہے۔ اس میں بعض معاملات پر سیاسی اور عسکری ذمہ داران کا اختلاف ہوا۔ یہ اختلافات اور اس میں ہونے والی تلخ گفتگو کو ڈان اخبار میں ایک کالم نویس نے اپنے کالم کا حصہ بنا دیا، گویا ملک کے ٹاپ سیکرٹس سرعام دنیا کے سامنے آ گئے۔ اس اخباری کالم کے مطابق پاکستان کی فوج پر دشمنوں خصوصاً بھارت کی طرف سے لگائے جانے والے الزامات کا وزیر اعظم کے بھائی، جو پنجاب کے وزیر اعلیٰ ہیں، نے ان الزامات کا تذکرہ کیا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ انہوں نے اس انداز میں بات کی جیسے وہ ان الزامات کی تصدیق کر رہے ہیں۔ اس لیک پر فوجی قیادت نے احتجاج اور برہمی کا اظہار کیا۔ لہٰذا حقائق کی تلاش کے لیے یہ کمیٹی قائم کی گئی تھی۔ ذرائع کے مطابق کمیٹی قائم ہونے سے پہلے فوجی قیادت نے اپنی تحقیق سیاسی قیادت کے سامنے بعض شواہد کے ساتھ رکھ دی تھی اور ملزمان کی نشاندہی بھی کر دی تھی جن میں وزیر اعظم کی بیٹی محترمہ مریم نواز جو مسلم لیگ (ن) کے میڈیا سیل کی سربراہ ہیں، وہ بھی شامل ہیں۔ وزیر اعظم سے مطالبہ کیا گیا کہ اگر باقی ملزمان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے تو ہم آپ کی بیٹی کا احترام کرتے ہوئے انہیں ملزمان کی فہرست سے نکال دیں گے۔ فوجی قیادت کے مطابق وزیر اعظم ہاؤس سے جاری ہونے والے اس نوٹیفکیشن میں اصل ملزمان کو سوچے سمجھے فیصلے کے مطابق بچا لیا گیا ہے۔ ہم آغاز میں عرض کر چکے ہیں کہ جو لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ دنیا میں کہیں نہیں ہوتا کہ حکومت ایک نوٹیفکیشن جاری کرے اور فوجی قیادت سرعام میڈیا پر اور وہ بھی ایک

ٹوئٹ کے ذریعے کہہ دے rejected یعنی مسترد کرتے ہیں۔ یقیناً ایک درست بات ہے لیکن یہاں یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ کیا دنیا میں کہیں یہ بھی ہوتا ہے کہ وقت کی حکومت ڈھول پیٹے اور اعلان کرے کہ اس کی فوج کے خلاف دشمن ملک جو کہہ رہا ہے بالکل سچ کہہ رہا ہے، دنیا بھر میں یہ انہونی ہے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اسی لیے تو ہمیں اس اونٹ کی کوئی کل سیدھی نظر نہیں آئی۔

فرض کریں کہ دشمن کا یہ الزام سچا ہے اور آپ حق وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہتے، چاہے سامنے ملک کے دفاع کے لیے ہزاروں جانیں قربان کرنے والے اور اپنے خون کا آخری قطرہ بہادینے والے سپاہی ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ قابل رشک اور آئیڈیل طرزِ عمل ہوگا پھر آپ کا اصل فریضہ یہ ہے کہ انہیں کٹہرے میں کھڑا کر کے عبرتناک سزا دیں کیونکہ آپ تو حکومت ہیں۔ آپ کا کام الزام لگانا یا الزام کی تصدیق وتائید کرنا نہیں بلکہ قانونی اور انتظامی کارروائی کرنا ہے۔ یہ کرنے کا اصل کام ہے اور اگر اس کا جواب یہ ہے کہ ہم میں اس کی طاقت نہیں ان کے ہاتھ میں گن ہے اور وہ اس گن کو پہلے بھی ناجائز طور پر استعمال کر چکے ہیں۔ آئین کو پاؤں تلے روند چکے ہیں تو پھر اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی حکومت اور ایسے اختیارات پر لعنت بھیج کر گھر چلے جایئے اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو پھر جب تک آپ میں یہ طاقت پیدا نہیں ہوتی کہ گن کے غیر آئینی استعمال کو روک سکیں اس وقت تک اپنے منہ کو بند رکھیں اور اس طرح کے گند نہ ڈالیں۔ ہم اگرچہ کسی طرح اور کسی صورت بھی فوج کے اس ردِعمل کی تائید نہیں کرتے لیکن آپ بھی سازشی انداز اور ڈرامابازی ختم کریں۔ اگر ڈان لیکس پر کوئی انکوائری کمیٹی قائم کر ہی دی تھی تو اس پر عمل درآمد نیک نیتی سے کرتے۔ دنیا میں ہر جگہ فوج، خارجہ اور دفاعی پالیسی کے حوالے سے من مانیاں کرتی ہے۔ وہ پینٹاگون ہو یا بھارتی فوج اور اس کی خفیہ ایجنسی ''را'' ہو، تمام سیاسی حکومتیں انہیں طریقے سے سیٹل کر لیتی ہیں۔ اگرچہ پاکستانی فوج نے ماضی میں ضرورت سے زیادہ اور غلط انداز میں حکومتی امور میں مداخلت کی لیکن اس کا ہرگز علاج یہ نہیں ہے کہ آپ گلے میں ڈھول ڈال لیں اور اسے پیٹنے لگیں کہ دشمنو! تم صحیح کہتے ہو ہماری فوج rogue army ہے۔ یہ ملکی سلامتی کے حوالے سے انتہائی خطرناک طرزِ عمل ہے۔

اگرچہ ہمارے دوسرے سول حکمرانوں کو بھی فوج سے شکایات رہیں لیکن موجودہ وزیراعظم میاں نواز شریف کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ تین مرتبہ ملک کے وزیراعظم بن چکے ہیں۔ انہیں مرزا اسلم بیگ، آصف جنجوعہ، وحید کاکڑ، جہانگیر کرامت، پرویز مشرف، راحیل شریف اور اب قمر جاوید باجوہ یعنی سات آرمی چیف سے واسطہ پڑا۔ ان سب سے وزیراعظم نواز شریف کے تعلقات بدترین سطح تک پہنچے۔ اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو اپنی قوم کے ایک فرد کو دو مرتبہ جھگڑا کرتے ہوئے دیکھا تو اس کے جھگڑالو ہونے کا فتویٰ صادر فرمادیا۔ اگرچہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ فتویٰ آپ کی پیغمبرانہ بصیرت کی بنیاد پر تھا۔ لیکن ہمارے وزیراعظم محترم میاں صاحب تو سات آرمی چیف کے علاوہ سابق صدر غلام اسحاق خان اور سابق صدر فاروق لغاری سے بھی دو دو ہاتھ کر چکے ہیں۔ پاکستان کے ایک سابق چیف جسٹس سجاد علی شاہ مرحوم سے میاں صاحب نہ صرف ازحد ناراض ہوئے تھے بلکہ غصے میں اپنے کارکنوں کے ذریعے سپریم کورٹ آف پاکستان کی عمارت کو سنگسار کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ کیا یہ سب لوگ غلط تھے؟ موجودہ آرمی چیف تو مزاج کے ٹھنڈے اور نرم خو ہونے کی شہرت رکھتے ہیں پھر یہ کہ میاں صاحب کے دست چنیدہ ہیں جن کی تقرری بہت سے لوگوں کی مخالفت کے باوجود صرف چند ماہ پہلے ہوئی ہے۔ پھر یہ محاذ آرائی کیسی؟

ہماری رائے میں اس وقت فوج سے محاذ آرائی وزیراعظم نواز شریف کی سیاسی ضرورت ہے۔ وہ اس محاذ آرائی کو اپنے سیاسی مستقبل کے تحفظ کے لیے بطور آلہ استعمال کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ پاناما کیس کا فیصلہ کیا آئے گا لیکن قرائن بتا رہے ہیں کہ نواز شریف بچ نہیں سکیں گے۔ عدالت اگر اُنہیں آئین کی دفعہ 62، 63 کے تحت نااہل قرار دے دیتی ہے۔ تو نہ صرف اُن کے ذاتی اقتدار کا انتہائی توہین آمیز طریقہ سے خاتمہ ہوگا بلکہ پاکستان کی تاریخ میں اُن کا ذکر ایک کرپٹ اور بددیانت حکمران کے طور پر آئے گا۔ پھر یہ کہ سیاسی لحاظ سے مسلم لیگ (ن) کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا اور شاید اس کا شیرازہ ہی منتشر ہو جائے لیکن اگر فوج سے محاذ آرائی کے نتیجہ میں فوجی قوت اُنہیں اقتدار سے الگ کر دیتی ہے تو وہ سیاسی شہید ہوں گے۔ لہٰذا میاں صاحب فوج کو مشتعل کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ ڈان لیکس پر نوٹیفکیشن کا نتیجہ بھی یہ نکلے گا کہ آرمی چیف قمر جاوید باجوہ کور کمانڈرز اور نچلی سطح کی قیادت کو کوئی جواب نہ دے سکیں گے۔ لہٰذا اُنہیں اپنے ان ساتھیوں کے اطمینان کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔

ایک اور اشتعال انگیز قدم یہ اٹھایا گیا کہ بدنام زمانہ آئرن ٹائیکون سجن جندال کو پاکستان کے دورہ کی خفیہ دعوت دی گئی، اُنہیں شاندار پروٹوکول دیا گیا اور بغیر ویزہ کے مری لے جایا گیا، پھر یہ کہ گورنر ہاؤس مری کی عمارت کے باہر اُس کے لان میں اُن سے مذاکرات کرنا ہمارے نزدیک نہ کوئی ٹریک ٹو ڈپلومیسی تھی نہ کلبھوشن یادیو کا مسئلہ تھا۔ یہ بھی محض فوج کو مشتعل کرنے کا ایک حربہ تھا۔ اس دورے کو ظاہری طور پر مخفی رکھا گیا۔ ظاہر ہے یہ کسی صورت سے چھپا نہیں رہ سکتا تھا۔ آنے والے دنوں میں موجودہ حکومت سے مزید ایسے اقدامات متوقع ہیں جو فوج کے حوالے سے اشتعال انگیز ہوں بہرحال یہ اقدام فوج میں بے چینی پیدا کر رہے ہیں اور یہ بے چینی اگر کسی عملی ردِعمل کی صورت میں ظاہر ہوئی تو یہ ردِعمل میاں صاحب کی سیاسی بقا کی بنیاد بن سکتا ہے۔ اور یہی وہ چاہتے ہیں۔ ہماری رائے میں ایسا کرنا آگ سے کھیلنا ہے۔ آگ کی آنکھیں نہیں ہوتیں جب بڑھتی ہے تو اچھی بُری ہر شے کو جلا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانانِ پاکستان کو دنیا اور آخرت میں آگ کے سپرد ہونے سے محفوظ رکھے۔ آمین یا رب العالمین!

اللہ کی نصرت کے حق دار کون؟

سورۃ النصر اور سورۃ اللھب کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 28 اپریل 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابو ابراھیم

محترم قارئین! سلسلہ وار مطالعۂ قرآن مجید کے ضمن میں آج ہم ان شاء اللہ سورۃ النصر اور سورۃ اللھب کا مطالعہ کریں گے۔ سورۃ النصر مدنی سورت ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت کے مطابق یہ قرآن مجید کی آخری سورت ہے جو نازل ہوئی۔ بعض روایات کے مطابق حجۃ الوداع کے موقع پر جب آپ ﷺ کا قیام منیٰ میں تھا تو وہاں آپ ﷺ کے مشہور خطبۂ حجۃ الوداع کے بعد یہ نازل ہوئی۔ روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے میری وفات کی خبر دے دی گئی ہے۔ اس لیے کہ اس سورت میں آپ ﷺ کے مقصد بعثت کی تکمیل کا تذکرہ ہے۔ یعنی آپ ﷺ کو جو مکمل دین دے دیا گیا آپ ﷺ نے اس دین کو دنیا کے ایک خطے پر عملاً نافذ کر کے ایک نمونہ قائم کر دیا۔ گویا کہ آپ ﷺ کے مشن کے اس حصے کی تکمیل ہوگئی جو آپ ﷺ کے ذمہ تھا۔

ایک نبی اور رسول میں یہی فرق ہوتا ہے کہ نبی کا کام صرف اس ہدایت کو دوسروں تک پہنچا دینا ہوتا ہے جو وحی کے ذریعے نازل ہوتی ہے جبکہ رسول کو اس کے ساتھ باقاعدہ ایک نظام بھی دیا جاتا ہے اور اس کا مشن یہ ہوتا ہے کہ اس نظام کو غالب کرنا ہے۔

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ﴾ ”ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ“ ﴿وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ﴾ ”اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان اُتاری“ ﴿لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ج﴾ (الحدید:25) ”تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔“

دنیا میں انسان کے لیے ہدایت کے ساتھ ساتھ ایک عادلانہ نظام بھی ہونا چاہیے۔ کیونکہ ظلم اور زیادتی جہاں پر ہو رہی ہوتی ہے تو وہاں انسان نارمل نہیں رہتے۔ ایک طرف ظلم کی چکی میں پس کر انسان ذلت اور پستی میں گھر جاتا ہے اور دوسری طرف دوسروں کا حق چھین چھین کر بھیڑیا بن جاتا ہے۔ یعنی دونوں صورتوں میں انسان اپنا اصل مقام و مرتبہ کھو دیتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ انسانیت کو ایک ایسا ماحول مہیا کیا جائے جہاں عدل و انصاف ہو، لوگوں کو ان کے حقوق ملیں، کہیں ظلم و زیادتی نہ ہو اور وہ ایک صحت مند معاشرے میں رہتے ہوئے اللہ کی بندگی میں اُخروی نجات کا سامان کر سکیں۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب اس زمین و آسمان کے خالق کا دیا ہوا نظام ہی زمین پر نافذ ہوگا۔ چنانچہ ہر رسول کا مشن ہوتا ہے کہ اللہ کا دین قائم ہو جائے۔ لیکن یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب اس کے ساتھ اللہ کے وفاداروں کی ایک جماعت ہو اور وہ ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہو۔ جو رب پوری کائنات کو بنا سکتا ہے وہ دھرتی پر اپنا نظام بھی قائم کر سکتا ہے لیکن یہ دراصل انسان کی آزمائش ہے کہ وہ زمین پر اللہ کا قانون چاہتا ہے یا ابلیس کا۔ کیونکہ اللہ کے نظام کے سوا جو بھی نظام ہیں وہ ابلیس کے نظام ہیں اور ان میں ظلم و استحصال اور ناانصافی کا ہونا لازمی بات ہے۔ لہٰذا جو اللہ کے وفادار بندے ہوتے ہیں انہیں تو ہر حال میں اپنی وفاداری کو ثابت کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اگر لوگ ایمان لانے کے لیے تیار ہی نہ ہوں، رسول کے ساتھ جماعت ہی نہ ہو جو باطل نظام سے ٹکرلے سکے تو پھر رسول کا مشن پورا نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہی ہوتا رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک دعوت دیتے رہے لیکن ایمان لانے والے گنتی کے چند لوگ ہی تھے لہٰذا اگلا مرحلہ آیا ہی نہیں کہ باطل نظام کو چیلنج کیا جا سکے۔ لہٰذا بالآخر ابلیسی نظام نے قوم نوح کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا۔ جہاں ان پر عذاب مسلط ہو گیا۔

حضور ﷺ سے پہلے جتنے بھی نبی اور رسول آئے وہ اپنی قوم کے لیے بھیجے گئے تھے۔ لیکن حضور ﷺ کی رسالت پوری نوع انسانی کے لیے ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کا اصل مشن پوری زمین پر اللہ کے دین کو قائم کرنا ہے۔ قرآن میں تین مرتبہ آپ ﷺ کے اس مشن کا بیان آیا ہے:

﴿ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ﴾ (صف:9) ”وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر“

اس مشن کے پہلے مرحلے میں آپ ﷺ نے جزیرہ نما عرب میں اللہ کے دین کا ایک نمونہ قائم کر دیا۔ اس کے مطابق پوری دنیا میں دین کو قائم کرنا یعنی آپ ﷺ کے مشن کی تکمیل کرنا یہ اس اُمت کی ذمہ داری ہے۔ آپ ﷺ کے جانثار صحابہؓ جو اللہ کے سچے وفادار تھے انہوں نے آپ ﷺ کے مشن کو آگے بڑھایا اور اس کا آغاز آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی ہو گیا تھا جب آپ ﷺ نے اپنے ایلچی کو غسان بھیجا تھا جو ان دنوں رومن امپائر کا ایک حصہ تھا اور غسان کے حاکم نے آپ ﷺ کے ایلچی کو شہید کر دیا تھا جس کے نتیجے میں جنگ موتہ ہوئی اور بعدازاں غزوہ تبوک میں آپ ﷺ نے خود بھی حصہ لیا۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہؓ آپ ﷺ کے مشن کو لے کر نکلے اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے ایک بڑے حصے پر اللہ کا دین قائم ہو گیا۔

بلاشبہ یہ اسلام کی عظیم الشان فتح تھی لیکن یہاں تک پہنچنے کے لیے اسلام اور مسلمانوں کو جن مراحل سے گزرنا پڑا

وہ اتنے آسان نہ تھے۔ جب وحی کا سلسلہ شروع ہوا اور آپ ﷺ نے دعوت کا آغاز کیا تو وہی قوم جو کل تک آپ ﷺ کو الصادق والامین کہہ رہی تھی آپ ﷺ کے خون کی پیاسی ہو گئی۔ 13 برس حضور ﷺ نے مکہ میں مسلسل دعوت دی لیکن ایمان لانے والے سوڈیڑھ سو سے زائد نہ تھے۔ لیکن جو ایمان لے آتا تھا وہ خود داعی بن جاتا تھا۔ ان پر بے انتہا تشدد بھی ہو رہا تھا۔ حضرت بلالؓ کو ان کا آقا مکہ کی تپتی ہوئی سنگلاخ، پتھریلی زمین پر لٹا کر اوپر ایک بھاری پتھر رکھ کر گھسیٹا کرتا تھا کہ اسلام سے باز آ جائیں۔ لیکن ان کی زبان پر ایک ہی لفظ تھا ''احد، احد''۔ ''اللہ ایک ہے۔ اللہ ایک ہے'' صحابہؓ یہ ظلم ہوتے دیکھ بھی رہے تھے مگر مکی دور میں ان کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ ان حالات میں بظاہر تو یہ لگ رہا تھا کہ مشن تو بہت اونچا ہے لیکن کامیابی کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ لیکن نبوت کے دسویں برس مدینہ میں اللہ نے اسلام کی ایک کھڑکی کھول دی۔ تین سال کے اندر اندر قرآن کی دعوت پر پورے کے پورے اوس اور خزرج قبائل مسلمان ہو گئے۔ اب مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم اور قوت حاصل ہوئی تو حکم ہوا۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ﴾ (البقرہ:216) ''(مسلمانو!) اب تم پر جنگ فرض کر دی گئی ہے اور وہ تمہیں گراں گزر رہی ہے۔''

اس کے بعد غزوات کا دور شروع ہوا۔ غزوۂ بدر، احد اور غزوۂ احزاب۔ غزوۂ احزاب میں تو پورے عرب کی تمام قوتیں اکٹھی ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرنے آ پہنچی تھیں۔ لگتا یہی تھا کہ اسلام کا چراغ گل ہو جائے گا۔ منافقین کی زبان پر کیسے کیسے الفاظ آ گئے تھے کہ ہم سے تو کہا گیا تھا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے تمہارے قدموں میں ہوں گے اور یہاں ہم رفع حاجت کے لیے بھی باہر نہیں نکل سکتے، زندگی کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ سب کچھ حضور ﷺ کو سننا پڑا۔ بہرحال اللہ کی مدد آئی اور جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی۔ ایسی آندھی چلی کہ کفار و مشرکین کو بھاگنا پڑا۔ یہ 5 ہجری کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد آنا شروع ہوئی۔ آپ ﷺ عمرے کے لیے گئے جس کے نتیجے میں صلح حدیبیہ ہوئی۔ کفار کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ مسلم قوت کو ختم کرنا اب ممکن نہیں ہے لہٰذا وہ صلح پر آمادہ ہوئے جس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے حضور ﷺ نے دعوت کا کام تیز کر دیا۔ صلح حدیبیہ میں قریش مکہ نے گویا مسلمانوں کو بحیثیت قوت تسلیم کر لیا تھا جس کا خاطر خواہ اثر عرب قبائل پر ہوا اور وہ دھڑا دھڑ اسلام میں آنا شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ دوسرے سال ہی جب قریش نے صلح کی خلاف ورزی کی تو آپ ﷺ نے صلح نامہ منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا۔ قریش مکہ نے بہت کوشش کی کہ صلح کی تجدید ہو جائے کیونکہ انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ اب مسلمانوں سے مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ لیکن حضور ﷺ نے تجدید نہیں کی کیونکہ آپ ﷺ کا مشن ہی یہی تھا کہ اسلام کو غالب کرنا ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا جب مکہ فتح ہو جاتا کیونکہ مکہ کو عرب میں دارالحکومت کی حیثیت حاصل تھی۔ لہٰذا اللہ کے رسول ﷺ نے 10ھ میں مکہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اب آپ ﷺ کے ساتھ 10 ہزار صحابہؓ تھے۔ چنانچہ مکہ فتح ہوا اور اس کے بعد غزوۂ حنین ہوا جس کے نتیجے میں بنو ثقیف، ہوازن کے قبائل اور طائف کے لوگوں نے بھی سرنڈر کر دیا۔

اسی تناظر میں یہ سورت نازل ہوئی۔

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ①﴾ ''جب آ جائے مدد اللہ کی اور فتح نصیب ہو۔''

اصل فتح مکہ کی فتح تھی جس کے بعد تمام عرب میں اسلام کے لیے میدان ہموار ہو گیا۔

﴿وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ②﴾ ''اور آپ دیکھ لیں لوگوں کو داخل ہوتے ہوئے اللہ کے دین میں فوج در فوج۔''

اب قبائل در قبائل لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ﴾ ''تو پھر آپ

پریس ریلیز 5 مئی 2017ء

کشمیر جل رہا ہے اور پاکستان سمیت دنیا تماشا دیکھ رہی ہے

بھارتی فوج کے مظالم اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ واشنگٹن پوسٹ اور نیویارک ٹائمز بھی اس ظلم کے خلاف چیخ اٹھے ہیں

مسلمان ممالک متحد ہو کر بھارتی فوج کے مظالم کی بھیانک تصاویر سوشل میڈیا کے ذریعے دنیا بھر میں پھیلائیں

حافظ عاکف سعید

کشمیر جل رہا ہے اور پاکستان سمیت دنیا تماشا دیکھ رہی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ مسئلہ کشمیر کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے بھارتی فوج کی معصوم کشمیریوں پر درندگی اور بربریت اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ نوجوانوں کے ساتھ ساتھ اب بچوں کا قتل عام بھی کیا جا رہا ہے اور چادر اور چار دیواری کے تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ بھارتی فوج کے مظالم اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ یہودی میڈیا کے اہم اخبارات واشنگٹن پوسٹ اور نیویارک ٹائمز بھی اس ظلم کے خلاف چیخ اٹھے ہیں۔ اُنہوں نے اداروں کے تصادم پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے اصل کام کی طرف توجہ دیں اور بھارتی مسلمانوں کے حق میں مسلمان ممالک کو اکٹھا کریں اور اپنے سفارت خانوں کے ذریعے بھارتی فوج کے مظالم کی بھیانک تصاویر دنیا بھر میں پھیلائیں۔ اُنہوں نے مسلمان نوجوانوں سے اپیل کی کہ وہ بھی بھارتی افواج کے کشمیریوں پر مظالم کی ویڈیوز سوشل میڈیا پر وائرل کریں اور دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت اور سیکولر ہونے کے دعویدار ملک کو بے نقاب کریں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیجیے اور اس سے مغفرت طلب کیجیے۔" ﴿اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ③﴾ "یقیناً وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔"

یعنی اب آپ ﷺ اللہ کی جناب میں یکسو ہو جائیے۔قوی رائے یہ ہے کہ یہ سورت حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی ہے کیونکہ حجۃ الوداع کے ٹھیک 6 مہینے بعد اللہ کے رسول ﷺ مراجعت فرما گئے۔اس لحاظ سے یہ قرآن مجید کی آخری سورت ہے۔ بہر حال آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ آپ ﷺ کے مشن کو لے کر آگے بڑھے اور جزیرہ نما عرب سے نکل کر دنیا کے طول و عرض میں اسلام کو غالب کیا۔لیکن پھر مشن پیچھے رہ گیا اور شہنشاہیت آ گئی۔اب تو یہ حال ہے کہ دنیا میں 58 اسلامی ممالک ہیں لیکن کسی ایک میں بھی دین قائم نہیں ہے تو باہر نکل کر دنیا میں کیا قائم کریں گے ؟ حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ کے مشن کی تکمیل اس اُمت کی ذمہ داری ہے۔ خطبۂ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے باقاعدہ اس کا حکم دیا۔

((فلیبلغ الشاھد الغائب))

"تم میں سے جو حاضر ہے وہ (یہ پیغام) غائب تک پہنچائے۔"

آپ ﷺ کا یہ مشن مکمل ہوگا۔ان شاء اللہ۔آپ ﷺ نے باقاعدہ اس کی خبر دی ہے اور قرآن میں بھی تین مرتبہ یہ اعلان کیا گیا ہے۔اللہ نے فرمایا ہے کہ جو اللہ کے سچے وفادار ہیں بالآخر انہی کو غلبہ عطا ہوگا۔اگر ہم اللہ کے دین سے بے وفائی کریں گے تو پھر ذلت و خواری ہمارا مقدر ہے۔آج ہم اسی حالت سے گزر رہے ہیں کہ اللہ کی مدد و نصرت ہمارے ساتھ نہیں ہے۔لیکن اگر ہم خود بھی صحیح مسلمان بنیں اور آپ ﷺ کے مشن کو لے کر آگے بڑھیں تو یقیناً اللہ کی مدد و نصرت ہمارے ساتھ ہوگی۔ان شاء اللہ

سورۃ اللھب

مکہ میں باطل کا جو نظام چلا آ رہا تھا اس کی کھیر قریش کے بڑے بڑے سردار کھا رہے تھے۔ لہٰذا انہیں خوب معلوم تھا کہ اگر اسلام کو مان لیا تو ان کی اجارہ داری ختم ہو جائے گی۔ اس لیے قریش کے یہ سردار حضور ﷺ کی مخالفت پر مصر تھے۔ آپ ﷺ کے انہیں مخالفین میں سے بعض کرداروں کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ مثلاً ابوجہل کا ذکر نام کے ساتھ نہیں ہے لیکن سورۃ العلق میں اس کے کردار کا ذکر ہے۔اسی طرح ولید بن مغیرہ بھی بہت بڑا مالدار اور صاحب حیثیت سردار تھا۔اس کے کردار پر بھی سورۃ القلم اور سورۃ المدثر میں بغیر نام لیے بہت سخت تنقید کی گئی ہے۔لیکن واحد شخص جس کے نام پر باقاعدہ ایک سورت موجود ہے، وہ تھا ابولہب۔ یہ سرداران قریش میں سے سب سے گھٹیا اور گھناؤنا کردار ہے۔ابوجہل کا تو پھر بھی ایک واضح موقف تھا کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ محمد ﷺ جھوٹ بول رہے ہیں لیکن چونکہ ہمارا اور بنو ہاشم کا شروع سے ایک مقابلہ ہے لہٰذا اگر ہم نے ان کی نبوت کو مان لیا تو ہم ہمیشہ کے لیے بنو ہاشم کے نیچے لگ جائیں گے اور یہ ہمیں منظور نہیں۔وہ اپنے اسی موقف پر ڈٹ گیا۔اسی لیے قرآن مجید میں سورۃ العلق میں آیات آئی ہیں کہ: ﴿اَرَءَیْتَ اِنْ کَانَ عَلَی الْھُدٰٓی ⑪﴾ "کیا تم نے غور کیا اگر وہ شخص ہدایت پر ہوتا؟" ﴿اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ⑫﴾ "یا وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا!" (علق:11، 12)

اس میں بڑی خوبیاں تھیں، وہ ایک دلیر انسان تھا۔ اس نے اپنا ایک موقف رکھا تھا اور اسی کے لیے اس نے جان دے دی۔لیکن گھٹیا ترین کردار ابولہب کا تھا۔پھر دوسری بات یہ ہے کہ یہ ایک بزدل شخص تھا۔غزوۂ بدر میں ابوجہل تو کمانڈر بن کر گیا تھا لیکن اس شخص نے اپنی جگہ کرائے کے دو آدمی بھیجے تھے۔حالانکہ یہ حضور ﷺ کا چچا تھا اور ہمسایہ بھی لیکن مسلسل حضور ﷺ کے ساتھ دشمنی کا رویہ رکھے ہوئے تھا۔ آنحضور ﷺ کی دو بیٹیاں اس کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں۔جب آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا اور دعوت دینی شروع کی تو اس نے اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دیا کہ محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دے دو۔انہوں نے ایسا ہی کیا۔ان میں سے عتیبہ تو اتنا بدبخت تھا کہ اس نے حضور ﷺ کی شان میں انتہائی گستاخی کی جس پر آپ ﷺ کی زبان سے نکلا کہ اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے۔چنانچہ اس کے بعد وہ ابولہب کے ساتھ ایک سفر پر تھا۔ابولہب کو پتا تھا کہ حضور ﷺ نے اس کو بددعا دی ہے لہٰذا اس نے قافلے والوں کو اس کی حفاظت کی خاص تاکید کر رکھی تھی۔ قافلے والے رات کو جہاں ٹھہرتے تو اونٹوں کو اس کے آس پاس ایک حصار بنا کر بٹھا دیا جاتا تھا لیکن اس کے باوجود ایک دن کوئی جنگلی جانور آیا اور سب کو چھوڑ کر اسی کو اُٹھا کر لے گیا اور چیر پھاڑ ڈالا۔لیکن اس کے باوجود بھی ابولہب کی آنکھیں نہیں کھلیں اور وہ حضور ﷺ کی مخالفت پر ڈٹا رہا۔حالانکہ اس کا تعلق بھی بنو ہاشم سے تھے لیکن اس کے باوجود جب بنو ہاشم کو آپ ﷺ کی حمایت پر شعب ابی طالب میں قید کر دیا گیا تو پورے قبیلے نے آپ ﷺ کا ساتھ دیا حالانکہ اس وقت تک حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ بھی اسلام نہیں لائے تھے، اسی طرح ابو طالب بھی اسلام نہیں لائے تھے لیکن سب نے آپ ﷺ کی خاطر شعب ابی طالب میں قید قبول کی۔لیکن ابولہب واحد شخص تھا جو قبیلے کے ساتھ نہیں گیا۔ بالآخر اس کا انجام یہ ہوا کہ اس کو ایسی چھوت کی بیماری لگی کہ کوئی بھی اس کے قریب نہیں جاتا تھا، بالکل بے یارو مددگار ویرانے میں پڑا رہا اور ذلت آمیز موت نصیب ہوئی اور چند حبشی غلاموں سے کہا گیا کہ اس کو دھکیل کر کسی گڑھے میں ڈال دو۔اسی تناظر میں یہ سورت نازل ہوئی۔

﴿تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ①﴾ "ٹوٹ گئے ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا۔"

جب حضور ﷺ نے شروع میں کوہِ صفا پر چڑھ کر قریش کو اسلام کی دعوت دی تھی تو ابولہب ہی وہ شخص تھا جس نے کہا تھا۔ تبالك الھذا جمعتنا (معاذ اللہ) تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں تم نے اس کام کے لیے ہمیں بلایا تھا۔چنانچہ یہی الفاظ اللہ نے اس کو دے مارے۔

﴿مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ②﴾ "کچھ کام نہ آیا اس کے اس کا یہ مال اور وہ کمائی جو اس نے کی ہے۔"

﴿سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَھَبٍ ③﴾ "عنقریب وہ جھونکا جائے گا بھڑکتی ہوئی آگ میں۔"

لہب کہتے ہیں دھکتی ہوئی چنگاری کو۔ابولہب کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔چونکہ اس کا رنگ اتنا سرخ و سفید تھا جیسے چنگاری ہو تو اس لیے اس کو ابولہب کہا جاتا تھا۔ قرآن مجید نے اسی لفظ کو اس کے عبرت ناک انجام سے جوڑا ہے۔ذَاتَ لَھَبٍ سے مراد یہاں بھڑکتی ہوئی آگ ہے جس کے شعلوں کی نذر ابولہب کو کر دیا جائے گا۔

﴿وَّامْرَاَتُہٗ ط﴾ "اور اس کی بیوی کو بھی۔" ﴿حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ ④﴾ "جو ایندھن سر پر اُٹھائے پھرتی ہے۔"

وہ بھی مخالفت میں پیش پیش تھی اور اس کا انجام بھی اسی کے ساتھ ہوگا۔انتہائی مالدار ہونے کے باوجود کنجوسی اور دولت جمع کرنے کے شوق میں جلانے کے لیے ایندھن خود اکٹھا کرتی تھی مگر خود جہنم کا ایندھن بنے گی۔

﴿فِیْ جِیْدِھَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ⑤﴾ "اس کے گلے میں بٹی ہوئی رسی ہوگی۔"

اس کی موت بھی ایسے ہی واقع ہوئی تھی۔وہ لکڑیوں کا گٹھا جنگل سے لے کر آ رہی تھی کہ اس کی رسی گلے میں پھندے کی طرح پھنس گئی اور اسی سے اس کی موت واقع ہوئی۔آخرت میں بھی ان دونوں کا انجام انتہائی بھیانک ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا فہم عطا فرمائے اور دین کے ساتھ وفاداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

9 عرضِ حال مصنف بحضور رحمۃ للعالمین ﷺ

43	ایں تمنا زیرِ خاکم گوہر است	در شبم تاب ہمیں یک اختر است
	یہ آرزو میری خاک کے نیچے گوہر ہے	میری رات میں اسی ایک ستارے کی چمک ہے
44	مدتے با لالہ رویاں ساختم	عشق با مرغولہ مویاں باختم
	میں نے ایک مدت حسین چہروں کے ساتھ گزاری	گھنگریالے بالوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلا
45	بادہ ہا با ماہِ سیمایاں زدم	بر چراغِ عافیت داماں زدم
	مہ جبینوں کے ساتھ بہت شراب نوشی کی	آرام و سکون کے چراغ بجھائے
46	برقہا رقصید گردِ حاصلم	رہزناں بُردند کالائے دلم
	بجلیوں نے میرے خرمن کے گرد رقص کیا	رہزن میرے دل کا سامان لے گئے
47	ایں شراب از شیشہ جانم نہ ریخت	ایں زرِ ساز از دامانم نہ ریخت
	لیکن یہ شراب میری جان کے شیشہ میں نہیں گری	یہ خالص سونا میرے دامن سے نہیں گرا
48	عقل آزر پیشہ ام زُنار بست	نقش اُو در کشورِ جانم نشست
	میری آزر پیشہ (بت تراش) عقل نے زُنار باندھ لیا ہے	اس کا نقش میری جان کی ریاست میں بیٹھ گیا ہے
49	سالہا بودم گرفتارِ شکے	از دماغِ خشک من لاینفکے
	کئی سال میں ایسے شک میں گرفتار رہا	جو میرے خشک دماغ سے الگ نہیں ہوتا تھا
50	حرفے از علم الیقین ناخواندہ	در گمان آبادِ حکمت ماندہ
	قطعی علم کا ایک حرف بھی نہیں پڑھا	شک و شبہ سے آباد علم میں پڑا رہا

43۔ یہ آرزو اور تمنا میرے خاکی جسد کے نیچے ایک گوہر کی طرح ہے اور چمک رہی ہے۔ میری زندگی میں مجھے جو پذیرائی ملی ہے، جو عزّت ملی ہے وہ اسی آرزو کے سبب ہے اور میری زندگی کی بے عملی کے اندھیرے میں یہ آرزو ایک ستارے کی مانند چمکتی ہے۔

44۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے میں نے انگلستان کا سفر بھی کیا اور وہاں کی تہذیب و تمدن کو قریب سے بھی دیکھا۔ کئی سال میں نے وہاں کے حسین چہروں کے ساتھ گزارے ہیں۔ اور (دھوئیں کے اُٹھتے مرغولوں کی طرح) گھنگریالے بالوں والوں سے بھی عشق کیا ہے۔

45۔ میں نے یورپ کے قیام کے دوران سالوں ان کے ساتھ وقت گزارا ہے اور انھیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے مرد و زن کی محفلوں میں ہونے والی مے نوشی میں بھی شرکت کی ہے۔ اسلامی سوچ اور رویّوں میں جو عافیت کا چراغِ زندگی روشن تھا اس چراغ کو گویا خود دامن سے ہوا دے کر بجھایا ہے۔

46۔ میری زندگی میں ان مبارک اسلامی رویّوں کی بربادی کا سامان بھی پیدا ہوتا رہا اور میرے خرمن کے گرد بجلی لہراتی اور چمکتی رہی اور میرے باطنی سکون کو تہذیب کے رہزنوں نے لوٹ لیا۔ اس تہذیب کے بارے میں نعرے بہت تھے مگر قریب سے جا کر دیکھا تو پہلے سے میسّر سکون بھی زائل ہونے لگا۔

47۔ قیامِ یورپ کے نشیب و فراز میں دیارِ مغرب کے شب و روز ملاحظہ کیے مگر احساس یہی ہوا کہ

لبالب شیشہ تہذیب حاضر ہے مے 'لَا' سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانہ 'اِلَّا'

اور یورپ میں بھی

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی

میں (علامہ اقبال) نے اپنے سینے میں اسلام کی محبت اور حضرت محمد ﷺ سے عشق کی پونجی ہاتھ سے نہ جانے دی اور اس ایمان شکن ماحول میں بھی یہ خالص سونا ان کے دامن سے نہیں گرا۔

48۔ میری عقل مادی دنیا کے ظواہر میں کھوگئی اور اُس نے آزری (مغربی و یونانی فلسفہ کے) استدلال سے متاثر ہو کر زُنار باندھ لیا اور اس کا نقش طبیعت پر اثر انداز ہو گیا۔

49۔ سالہا میرا دماغ عقل و عشق، عقل و دل یعنی فلسفہ و مذہب کے دلائل کی آماجگاہ بنا رہا جو میرے خشک اور ظاہر بین دماغ سے چپک گئے تھے اور محسوس ہوتا تھا کہ یہ خیالات مجھ سے الگ نہیں ہوں گے۔

50۔ مغربی افکار سے وقتی طور پر ایسی مرعُوبیت ہوئی کہ 'علم الیقین'، یعنی کلامِ الٰہی قرآن مجید سے غافل رہا بلکہ ظن و تخمین اور شکوک و شبہات میں کھویا رہا۔

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

انڈیا کے موقف "ایک ایک کشمیری کو ماردیں گے لیکن کشمیر کا قبضہ نہیں چھوڑیں گے" کا نتیجہ بالآخر یہی نکلے گا کہ انڈیا ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا: ایوب بیگ مرزا

جموں وکشمیر کے 95 فیصد عوام اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل چاہتے ہیں جس کا واضح مطلب پاکستان کے ساتھ الحاق ہے: سید علی گیلانی

حالیہ الیکشن میں کشمیریوں نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھارت کے ساتھ نہیں ہیں چاہے بھارت ان پر گولیاں برسائے یا پتھر برسائے: شاہد لون (دہلی)

شملہ معاہدے میں پاکستان کے جو ہاتھ بندھ گئے تھے وہ اب کھل گئے ہیں کیونکہ انڈیا ممبئی حملے کو بہانہ بنا کر مذاکرات کی ٹیبل پر نہیں آ رہا: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

مسئلہ کشمیر: پاکستان کی پالیسی کیا ہے؟ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں نامور دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: مظفر وانی کی شہادت اور اس کے بعد ہونے والی شہادتوں نے تحریکِ آزادی کشمیر میں کتنی جان ڈالی ہے؟

شاھد لون (دھلی): آزادی کی یہ تحریک 1947ء سے بغیر تھمے اور بغیر رکے رواں دواں ہے۔ ہر سال کوئی نہ کوئی محرک اس تحریک کو نیا ولولہ عطا کر دیتا ہے۔ چونکہ آج کا زمانہ سوشل میڈیا کا ہے جس کی وجہ سے گھر گھر میں تحریک کی آواز پہنچ رہی ہے لہٰذا اس وجہ سے برہان وانی کی شہادت نے بہت اہم رول ادا کیا ہے۔ ہماری عسکری تنظیموں نے بھی جدوجہد آزادی میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ لیکن پچھلے سال سے لے کر اب تک یہ لہر تھمی ہی نہیں ہے۔ آئے دن آپ دو تین شہادتوں کا تذکرہ اخبار میں پڑھتے ہیں۔ ہماری تاریخ یہ بتاتی ہے کہ باہر سے اگر کوئی مہمان آئے تو ہم اس کو خوش آمدید کہتے ہیں لیکن اگر باہر سے کوئی غاصب آئے تو ہم لوگوں نے ہر وقت اس کے خلاف مزاحمت کی ہے۔

سوال: کشمیر میں حالیہ الیکشن کے دوران آٹھ لوگوں کی شہادت ہوئی ہے اس پر آپ کیا کہیں گے؟

شاھد لون: ہندوستان بار بار بین الاقوامی سطح پر یہ کہہ رہا ہے کہ کشمیر کے لوگ ہمارے ساتھ ہیں۔ اگر جمہوریت اور الیکشن ہی سب کچھ ہے تو آپ نے دیکھا ہو گا کہ پہلے الیکشن میں 7 فیصد ووٹ ڈالے گئے، دوبارہ الیکشن کرایا تو صرف 2 فیصد ووٹ رہ گئے۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ کشمیری ووٹ اس لیے نہیں ڈالتے کہ وہ ہندوستان کے ساتھ ہیں بلکہ اپنے گھریلو اور لوکل مسائل کے حل کے لیے وہ مقامی نمائندوں کو ووٹ دیتے ہیں۔ مگر ہندوستان کا میڈیا اپنے ملک میں اور انٹرنیشنل سطح پر یہ ثابت کروانا چاہتا ہے کہ کشمیری ہمارے ساتھ ہیں جو کہ نرا جھوٹ ہے اور کشمیریوں نے حالیہ الیکشن میں ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھارت کے ساتھ نہیں ہیں چاہے بھارت ان پر گولیاں برسائے یا پتھر برسائے۔

سوال: آپ کی وادی میں انٹرنیٹ پر مسلسل پابندی ہے لیکن اس کے باوجود بھارتی مظالم کی ویڈیوز اور خبریں باہر آ رہی ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟

شاھد لون: گزشتہ ہفتے کی ہی بات ہے کہ پلوامہ

مرتب: محمد رفیق چودھری

ڈگری کالج میں طلبہ کا ایک پُرامن احتجاجی مظاہرہ تھا لیکن بھارتی افواج نے لڑکے اور لڑکیوں پر تشدد کیا، ان پر پیلٹ فائرنگ کی اور آنسو گیس کی شیلنگ کی جس کی وجہ سے 50 لڑکیاں اور لڑکے زخمی ہوئے۔ اس کے بعد طلبہ و طالبات نے کشمیر کے مختلف کالجز اور یونیورسٹیز میں پُرامن مظاہرے کیے لیکن ان پر بھی بھارتی افواج نے تشدد کیا۔ اس کے بعد سوشل میڈیا پر پابندی لگا دی گئی اور ایک مہینے کے لیے انٹرنیٹ بند کر دیا گیا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ بھارتی افواج کشمیری نوجوانوں کو فوجی گاڑیوں کے آگے باندھ کر کئی کئی کلومیٹر تک گشت کرتی ہیں اور اس کی وجہ یہ بتاتی ہیں کہ فوجیوں پر کوئی پتھر نہ مارے۔ آج انٹرنیٹ کا زمانہ ہے تو یہ ویڈیوز دیکھی جا سکتی ہیں لیکن پچھلی کئی دہائیوں سے کشمیر میں ایسا ہی ہو رہا ہے لیکن دنیا کو خبر اس لیے نہیں تھی کہ انٹرنیٹ نہیں تھا۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ایک ویڈیو میں بھارتی فوجی ایک کمسن کشمیری بچے پر تشدد کر رہے ہیں تو ایسی ویڈیوز کو بھارتی افواج خود انٹرنیٹ پر وائرل کرتی ہیں تاکہ کشمیریوں میں خوف اور دہشت پھیلے اور وہ سڑکوں پر آ کر مظاہرے نہ کریں۔ دراصل بھارت بتانا یہ چاہتا ہے کہ وہ طاقت کے زور پر کشمیریوں کو ہمیشہ محکوم رکھے گا۔ لیکن کشمیری ہمیشہ سے بھارت کے غاصبانہ قبضہ کے خلاف آواز اٹھاتے آئے ہیں چاہے انٹرنیٹ ہو یا نہ ہو۔ ہم تو بس یہی کہتے ہیں کہ آپ کیوں کشمیر کے مسئلہ کو لٹکا کر رکھ رہے ہیں جبکہ اس کا حل موجود ہے، آپ ٹیبل پر آئیے، کشمیریوں کو ٹیبل پر لائیے اور پُرامن طریقے سے بات کیجیے۔ ورنہ اگر آپ اس مسئلہ کو نہیں سلجھاتے تو پھر یہ وہ آتش فشاں ہے جو پورے جنوبی ایشیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

سوال: آج کی تاریخ میں دو تین شہادتیں بھی ہوئی ہیں اور آسیہ اندرابی کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے، ان بڑے لیڈرز کی گرفتاریوں پر آپ کیا کہیں گے؟

شاھد لون: دخترانِ ملت کی چیئرپرسن آسیہ اندرابی کو آج گرفتار کیا گیا ہے لیکن اگر آپ پیچھے دیکھیں تو قائد محترم سید علی گیلانی کو کئی سالوں سے نظر بند رکھا گیا ہے، انہیں کہیں آنے جانے نہیں دیا جاتا، ان کی طبیعت خراب ہے لیکن ہسپتال تک نہیں جانے دیا جاتا، ڈاکٹر مجبوراً گھر پر آ کر علاج کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی طرح میر واعظ عمر فاروق سمیت دیگر رہنماؤں کو بھی نظر بند رکھا گیا ہے تاکہ ان کا عوام سے رابطہ منقطع ہو جائے اور ان کی بات عوام تک نہ پہنچے۔ آسیہ اندرابی یہ کہتی ہیں کہ ہم لوگ اس جبری قبضے کے خلاف بولیں گے اور مظاہروں کے ذریعے ہر وقت احتجاج ریکارڈ کرواتے رہیں گے، اس سلسلے میں انہوں نے بے شمار مظاہرے کیے ہیں اور اب بھی ایک مظاہرہ تھا لیکن انہیں ایک بار پھر گرفتار کر لیا گیا ہے۔

سوال: آپ نے شاہد لون صاحب کی گفتگو سنی، اس پر آپ کیا تبصرہ فرمائیں گے؟

ایوب بیگ مرزا : میں ان کی بات سے صد فیصد اتفاق کرتا ہوں کہ کشمیریوں نے آزادی کی تحریک 1947ء سے ہی شروع کی ہوئی ہے البتہ اس تحریک کی صورتیں بدلتی رہی ہیں۔ پہلے 1948ء میں کھلی جنگ ہوئی تھی جس میں ہمارے پختون بھائیوں نے بھی حصہ لیا تھا اور اس طرح ہم کشمیر کا کچھ حصہ آزاد کرانے میں کامیاب رہے تھے۔لیکن اسی سال بھارت نے ہری سنگھ سے معاہدے کا ڈھونگ رچا کر کشمیر میں اپنی فوجیں داخل کر دیں جس کی وجہ سے کشمیری مجاہدین گوریلہ جنگ شروع کرنے پر مجبور ہوگئے۔اس گوریلہ جنگ میں مجاہدین قابض بھارتی افواج پر چھپ کا حملہ کرتے تھے اور پھر روپوش ہوجاتے تھے۔یہ جنگ کئی سال جاری رہی اور اس دوران بھارت ہمیشہ پاکستان پر الزام لگاتا رہا کہ وہ مجاہدین کو اسلحہ اور ٹریننگ دے رہا ہے۔لیکن 1989ء کے بعد تحریک آزادیٔ کشمیر نے ایک نیا موڑ لیا جب مقامی سطح سے ایک عوامی تحریک اُٹھی جس میں کوئی بیرونی ہاتھ نہیں تھا اور اب خود بھارتی حکومت بھی اعتراف کر رہی ہے کہ یہ عوامی تحریک اور مقامی لوگوں نے چلائی ہے۔

سوال : انڈیا تو کہتا ہے کہ پاکستان دہشت گرد بھیج رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : حالانکہ انڈیا نے اقرار بھی کیا ہے کہ یہ مقامی تحریک ہے لیکن جب آدمی بہت زیادہ کھسیانہ ہوجائے تو پھر اس طرح کی باتیں بھی کرتا ہے۔اصل میں دیکھنا یہ ہے کہ دنیا اس وقت کیا کہہ رہی ہے۔دنیا نے اعتراف کیا ہے کہ اس وقت کشمیر میں جو تحریک چل رہی ہے وہ خالصتاً مقامی تحریک ہے جسے وہاں کے نوجوان چلا رہے ہیں اور اس کو کسی قسم کی بیرونی مدد حاصل نہیں ہے۔لہٰذا میرے پاس ان کشمیری نوجوانوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے وہ الفاظ نہیں کہ جس طرح وہ اپنی جانیں پیش کر رہے ہیں۔

سوال: کیا آپ پاکستان کی کشمیر پالیسی سے مطمئن ہیں؟ اور اس پالیسی میں پاکستان تحریک آزادی کشمیر میں اہم رول ادا کرسکتا ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : پاکستان کے پاس بہت سے مواقع ایسے آئے ہیں کہ پاکستان کشمیر میں ایک Active رول ادا کرسکتا تھا اور پاکستان نے اُس وقت ان موقعوں سے کچھ فائدہ بھی اُٹھایا۔ جب برصغیر کی تقسیم کا مرحلہ آیا تو اس وقت فارمولا یہ تھا کہ ریاستیں خود انڈیا یا پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کریں گی۔1947ء میں کشمیر کے عوام پاکستان سے الحاق چاہتے تھے لیکن وہاں کے راجہ ہری سنگھ نے انڈیا کی حکومت کے ساتھ ساز باز کر کے کشمیر کا انڈیا کے ساتھ الحاق کر دیا۔جس کے نتیجے میں اُس وقت کشمیر کے عوام نے آزادی کی تحریک شروع کی۔ اس کے بعد پاکستان کی کوشش رہی کہ مسئلہ کشمیر کا حل اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق ہو کیونکہ انڈیا خود 1948ء میں کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ میں لے کر گیا تھا۔ لیکن بعد ازاں شملہ معاہدہ میں یہ طے ہوا کہ دونوں ممالک کشمیر کا مسئلہ باہمی گفت وشنید کے ذریعے حل کریں گے۔ جبکہ حالیہ صورتِ حال یہ ہے کہ پاکستان نے محض خانہ پُری کے لیے کشمیر کمیٹی کا چیئرمین مولانا فضل الرحمٰن کو بنایا ہوا ہے۔ حالانکہ اس وقت انڈیا کے اندر سے لوگ کہہ رہے ہیں کہ انڈیا کو کشمیر کے مسئلے پر پاکستان سے مذاکرات کرنے ہوں گے لیکن ہماری طرف سے کوئی بیان ہی نہیں دیا جا رہا ہے۔اب تو انٹرنیشنل لیول پر یہ مسئلہ اُجاگر ہو چکا ہے، ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بھی نوٹس لے لیا ہے، لہٰذا اب وقت تھا کہ اس مسئلہ کو دوبارہ انٹرنیشنل فورم پر اُٹھایا جاتا کیونکہ شملہ معاہدہ میں پاکستان کے ہاتھ جو باندھ دیے گئے وہ اب کھل گئے ہیں کیونکہ انڈیا 2008ء کے ممبئی حملوں کا بہانہ بنا کر مذاکرات کی ٹیبل پر آ نہیں رہا۔لہٰذا پاکستان کو دوبارہ مسئلہ کشمیر کو اُجاگر کرنا چاہیے۔

> **حالانکہ اس وقت انڈیا کے اندر سے لوگ کہہ رہے ہیں کہ انڈیا کو کشمیر کے مسئلے پر پاکستان سے مذاکرات کرنے ہوں گے لیکن ہماری طرف سے کوئی بیان ہی نہیں دیا جا رہا ہے۔**

سوال : مقبوضہ کشمیر میں اندازاً کتنے لوگ ہوں گے جو پاکستان سے الحاق کی بات کرتے ہیں اور کتنے فیصد آزاد کشمیر کی بات کرتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : صحیح تعداد بتانا تو کسی اندرون کشمیر رہنے والے کے لیے بھی مشکل ہوگا۔حقیقت یہ ہے کہ وہاں صورتِ حال انڈیا اور پاکستان کے تعلقات کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے۔1989ء کے بعد ایک وقت تھا جب وہاں خودمختار کشمیر کے لیے ایک زبردست تحریک چلی تھی۔کچھ لوگوں نے باقاعدہ مہم چلائی تھی کہ نہ ہم پاکستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور نہ ہندوستان کے ساتھ۔لیکن وہ تحریک حقائق پر مبنی نہیں تھی۔ بہت جلد یہ بات سامنے آ گئی کہ ایک آزاد اور خودمختار کشمیر زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکے گا۔یہ ممکن نہیں ہے۔میری رائے میں اب اگر وہاں اس نوعیت کا کوئی ریفرنڈم ہو تو شاید 2 فیصد لوگ بھی ایسے نہ ہوں گے جو خودمختار کشمیر چاہتے ہوں۔

سوال : اگر اس وقت اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل ہو تو کیا پاکستان اور کشمیریوں کی توقعات پوری ہوسکیں گی؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : اقوام متحدہ میں مسئلہ کشمیر کے دو ہی فریق ہیں، انڈیا اور پاکستان۔کشمیر بطور ریاست اقوام متحدہ میں نہیں ہے لہٰذا اس کا انحصار ان فریقین پر ہے۔جب تک یہ دونوں فریق کسی ایجنڈے پر متفق نہ ہوں مسئلہ کشمیر کے حل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : انڈیا مسئلہ کشمیر کو حل کرنا ہی نہیں چاہتا۔تاریخ بتاتی ہے کہ جب انڈیا اور پاکستان کے درمیان مذاکرات مسئلہ کشمیر کے کسی ممکنہ حل کے قریب پہنچتے ہیں تو انڈیا کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کر دیتا ہے کہ ان مذاکرات کا کوئی نتیجہ نہیں نکل پاتا۔

ایوب بیگ مرزا : انڈیا کہتا ہے کہ مسئلہ کوئی ہے ہی نہیں، کشمیر ہمارا اٹوٹ انگ ہے۔ہاں اگر کوئی مسئلہ ہے تو اس کشمیر کا ہے جو پاکستان کے پاس ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : استصواب رائے کیا ہے؟ کہ کشمیر میں ریفرنڈم کروا لیا جائے کہ وہ کشمیر کا الحاق پاکستان سے چاہتے ہیں یا بھارت سے یا خودمختار کشمیر چاہتے ہیں لیکن 70 سال ہونے کو ہیں۔انڈیا اب اس کوشش میں ہے کہ وہاں کی ڈیموگرافی تبدیل کر دے۔اب ہندو بستیاں بنا کر ہندوؤں کو وہاں بسایا جا رہا ہے اور اسی پر یہ ہنگامے پھوٹ پڑے ہیں۔

سوال : جیسا کہ آپ نے کہا کہ تحریک آزادیٔ کشمیر 1947ء سے مختلف طریقوں سے چل رہی ہے، آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ایسی تحریکوں کی عمر کتنی ہوتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا : جو خالصتاً عوامی تحریکیں ہوتی ہیں ان کا کوئی ٹائم فریم نہیں ہوتا۔معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ان کی آزمائش کا وقت ہے لیکن اگر یہ عوامی سطح پر یونہی چلتی رہی اور کوئی اسلحے کا استعمال نہ ہوا تو ایک وقت آئے گا کہ یہ تحریک ان شاءاللہ کامیاب ہوگی۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : دراصل ورلڈ اسٹیبلشمنٹ یہی چاہتی ہے کہ یہ دونوں مسئلے (فلسطین اور کشمیر) ابھی کسی حل کے قریب نہ پہنچیں ورنہ اگر وہ چاہیں تو چند دنوں میں یہ مسئلے حل ہو سکتے ہیں جس طرح مشرقی تیمور اور جنوبی سوڈان کا مسئلہ انہوں نے فوری حل کیا۔کشمیر میں کب سے

انڈیا کے مظالم شروع ہیں لیکن عالمی میڈیا اس کو اہمیت ہی نہیں دیتا۔ حالانکہ کہنے کو ورلڈ میڈیا بڑا آزاد ہے۔ یہ تو سوشل میڈیا پر کچھ شور اُٹھا ہے تو تب جا کر ایمنسٹی انٹرنیشنل نے نوٹس لیا ہے۔

سوال :ایک آپشن یہ بھی ہے کہ جو تقسیم ہند کا فارمولا تھا اس کے مطابق کشمیر کے مسلم اکثریتی علاقوں پر اکتفا کرتے ہوئے انڈیا سے ڈیل کر لی جائے تو کیا اس طرح مسئلہ حل ہوسکتا ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ :مسئلہ کشمیر کے جو ممکنہ حل اس وقت تک زیر غور ہیں ان میں یہ فارمولا بھی شامل ہے۔ جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے ریاست جموں و کشمیر کے دو حصے ہیں۔ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت ہے جبکہ جموں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ ممکنہ حل میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جموں انڈیا کو دے دیا جائے اور کشمیر کا الحاق پاکستان کے ساتھ کر دیا جائے۔

سوال :بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 90 کی دہائی میں یہ فارمولا دیا تھا لیکن اس پر آج تک کوئی working کیوں نہیں ہوسکی؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ :اس پر working ہوئی ہے۔ لیکن جب بھی اس فارمولے پر عمل کی کوشش کی گئی انڈیا نے کوئی نیا ایشو کھڑا کر کے اسے ناکام بنا دیا۔ کیونکہ اس فارمولے پر عمل کی صورت میں انڈیا کو وادیٔ کشمیر کو چھوڑنا پڑے گا جس کے لیے وہ تیار نہیں ہے۔

سوال :آپ کی نظر میں اس مسئلے کا مستقل اور پائیدار حل کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا :مستقل اور پائیدار حل یہی ہے کہ 1948ء میں سلامتی کونسل نے جو قرارداد منظور کی تھی اس پر عمل درآمد ہو جائے۔ اگر ایک کام ہو جائے کہ موجودہ عوامی تحریک اتنی شدت اختیار کر جائے تو انڈیا کے لیے اس کو سنبھالنا ممکن نہیں رہے گا اور یہ کام چند سالوں میں ہوسکتا ہے۔ دیکھئے! وہاں ایک نعرہ لگتا ہے: ''پاکستان سے رشتہ کیا؟ لاالٰہ الا اللہ اور وہ بڑے زور سے یہ نعرہ لگاتے ہیں۔ لیکن کیا نعرہ لگانے والے یہ نہیں جانتے کہ لاالٰہ الا اللہ عملی طور پر پاکستان میں نافذ نہیں ہے۔ تو اس کا بہترین حل یہ ہے کہ اگر پاکستان میں اسلام بحیثیت نظام آ جائے اور پاکستان ایک اسلامی فلاحی ریاست بن جائے، پاکستان کا آئین ایک ایسا آئین بن جائے جس میں قرآن و سنت کو حقیقی معنوں میں تحفظ حاصل ہو اور آئین میں کوئی قانون قرآن و سنت سے متصادم بننا ناممکن ہو جائے تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ کشمیری سمجھیں گے کہ واقعتاً پاکستان میں اسلام آ گیا ہے لہٰذا ہم ایک اسلامی ریاست کا حصہ بننا چاہتے ہیں اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ پاکستان کا تو اپنا استحکام محلِ نظر ہے، پاکستان تو خود عدم استحکام کا شکار ہے، تو یہ سب لوگ اس بات پر متفق ہو جائیں گے اور کشمیر میں ایسی تحریک چلے گی کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو روکنا انڈیا کے لیے ممکن نہیں رہے گا۔

سوال :نئے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے حال ہی میں مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے ثالثی کے لیے آمادگی ظاہر کی ہے، کیا کشمیری امریکہ کی ثالثی قبول کر لیں گے؟

سید علی گیلانی :ثالثی کی بجائے امریکہ کو اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ اقوام متحدہ کی قراردادیں اب بھی برمحل اور قابل عمل ہیں کیونکہ اگر ان قراردادوں کو ختم کر دیا جائے، معطل کر دیا جائے یا ان پر عمل درآمد کے لیے زور نہ دیا جائے تو اس کے نتیجے میں جتنے بھی اس طرح کے معاہدے ہیں سب مسترد ہو جاتے ہیں۔

> ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تقاریر اور کتابیں ہمارے لیے آبِ حیات کی حیثیت رکھتی ہیں اور ہمارے دل میں ان کی بہت قدر و منزلت اور احترام ہے: سید علی گیلانی

سوال :مقبوضہ کشمیر کے حالات اس نہج تک پہنچانے میں موجودہ حکومت (PDP) کا کتنا رول ہے؟

سید علی گیلانی :جب سے جموں و کشمیر میں پی ڈی پی اور بی جے پی کا الحاق ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک یہاں صرف اور صرف آر ایس ایس کا ہی رول چل رہا ہے اور اسی کی پالیسی کے مطابق یہاں حکومتی سطح پر اقدامات ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی جب تک اقتدار ان کے ہاتھ میں رہے گا یہاں کسی بھی امن، خیر یا قانون کی بالادستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ جبر، تشدد، سفاکیت اور فسطائیت ہی نظر آتی ہے۔ بقول اقبال

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرتِ انسان کی قبا چاک!
تاریخِ اُمم کا یہ پیامِ ازلی ہے
صاحبِ نظراں نشۂ قوت ہے خطرناک!

ہم لوگ نشۂ قوت کے شکار بنائے جا رہے ہیں۔

سوال :تحریک آزادی کشمیر تقریباً نصف صدی سے چل رہی ہے۔ یہ تحریک کب تک چلتی رہے گی اس کی کوئی ڈیڈ لائن ہے یا نہیں؟

سید علی گیلانی :ہمارا عزم راسخ ہے کہ ہم اس جدوجہد کو جاری رکھیں گے۔ ان شاء اللہ۔ ہمارا سب سے بڑا سہارا اللہ رب کائنات کی ذات ہے۔

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمانِ غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالمِ معنی کا سفر!
ان شہیدوں کی دیت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر!
آہ! اے مردِ مسلماں تجھے کیا یاد نہیں
حرفِ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا آخَر!

ہمیں اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہے اور ہمیں پختہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور ہماری مدد کرے گا اور ہم بھارت کے جبری قبضے سے جلدی آزاد ہو جائیں گے۔

سوال :موجودہ حالات میں کتنے فیصد لوگ پاکستان کے حامی ہیں؟

سید علی گیلانی :اس وقت 95 فیصد لوگ اس مطالبہ کی تائید کر رہے ہیں کہ مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق دو ہی آپشن ہیں: بھارت یا پاکستان۔ لہٰذا اسی سے آپ اندازہ لگا لیں کہ کشمیری عوام کس حد تک پاکستان کے حامی ہیں۔

سوال :جیسے تقسیم ہند کا ایک فارمولہ تھا کہ جو مسلم اکثریتی علاقے ہیں وہ پاکستان کو دے دیے جائیں، اسی طرح اگر کشمیر میں بھی مسلم اکثریتی علاقے چن کر انڈیا سے ڈیل کر لی جائے تو کیا یہ فارمولہ آپ کے لیے قابل قبول ہوگا؟

سید علی گیلانی :جہاں تک جموں کشمیر کی تقسیم کا تعلق ہے ہم اس کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ جموں و کشمیر کی جغرافیائی ہیت، تصویری یا جغرافیائی حیثیت کو ہم برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ چاہے جموں کے ہندو ہوں یا سکھ ہوں۔ ہم سب کو ساتھ لے کر اپنے مستقبل کی تعمیر کی کوشش کر رہے ہیں۔

سوال :تحریک آزادی کشمیر کا تاریخی جائزہ کیا ہے اور برہان مظفر وانی کی شہادت کے بعد کی کیا صورتحال ہے؟

سید علی گیلانی :8 جولائی 2016ء کو برہان الدین مظفر وانی اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ شہید

ہوئے، اس کے بعد سے جو یہاں عوامی سیلاب اُمڈ آیا ہے اس کی مثال گزشتہ ستر سالوں میں بہت کم دیکھی گئی ہے۔ کس طرح ہمارے نہتے جوانوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا حالانکہ ان کے ہاتھ میں نہ کوئی ڈنڈا تھا نہ کلہاڑی، نہ کسی کے ہاتھ میں بندوق تھی اور نہ گرنیڈ لیکن اس کے باوجود انہیں قتل و غارت گری کا نشانہ بنایا گیا، 100 کے قریب ہمارے جوان شہید ہوگئے، 250 سے زائد جوانوں کو پیلٹ گنوں سے بینائی سے محروم کیا گیا، 1000 سے زائد زخمی ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ جس کو بھی گرفتار کیا گیا ہے اس کو وادی میں نہیں رکھا گیا بلکہ جموں جیلوں میں قید کیا گیا ہے جہاں ہمارے لوگوں سے جیلیں بھر چکی ہیں، وہاں ان کو اذیتیں پہنچائی جا رہی ہیں، جیل مینول کے مطابق ان کو جو کھانا ملنا چاہیے تھا وہ ان کو نہیں دیا جا رہا ہے، نہ ان کے رشتہ داروں کو ملنے دیا جا رہا ہے۔ یہاں کی جو پولیس ہے وہ بھی بھارتی فوج کی طرح ظلم و جبر کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ حال یہ ہے کہ مجھے 2010ء سے مسلسل گھر میں محصور کر دیا گیا ہے، بیماری کی حالت میں بھی باہر نہیں جانے دیا جاتا، کسی کی تعزیت کے لیے جانا ہو یا کسی قریبی عزیز کی شادی ہو، یہاں تک کہ جمعہ و عیدین کی نمازوں کے لیے بھی باہر نہیں جانے دیا جاتا۔ ظلم، جبر اور بربریت کی انتہا ہے، جس کا ہمیں سامنا ہے۔

سوال: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے آپ واقف ہوں گے، ان کی دینی خدمات کے حوالے سے آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

سید علی گیلانی: ان کی خدمات بے مثال ہیں۔ ہم ان کی خدمات سے بہت زیادہ متاثر ہیں اور ہم اللہ رب کائنات سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے۔ ان کی تقاریر اور کتابیں ہمارے لیے آب حیات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہمارے دل میں ان کی بہت قدر و منزلت اور احترام ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ ان کی خدمات کے صدقے اللہ تعالیٰ جموں و کشمیر کے مظلوم عوام کو بھارت کے پنجۂ استبداد سے نجات حاصل کرنے میں مدد اور نصرت عطا فرمائے۔ آمین

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

شعبہ خط و کتابت کورسز کی تاریخ میں ایک اور سنگِ میل کا اضافہ!!

آن لائن کورس

- کیا آپ جاننا چاہتے ہیں؟ ازروئے قرآن ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ نیکی اور تقویٰ اور جہاد اور قتال کی حقیقت کیا ہے؟
- کیا آپ دین کے جامع اور ہمہ گیر تصور سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ قرآن حکیم کی فکری اساس اور بنیادی عملی ہدایات سے روشناس ہونا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ نجی مجالس میں اسلام پر ہونے والی تنقید کا مناسب اور مدلل جواب دینے کی اہلیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

تو

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور کے مرتب کردہ

”مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب“ پر مبنی

”قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس“ سے استفادہ کیجیے

یہ کورس (جو ایک عرصہ سے بذریعہ خط و کتابت کروایا جا رہا ہے) شائقین علوم قرآنی کی دیرینہ خواہش پر

الحمدللہ!
اب یکم ستمبر 2016ء سے آن لائن (ONLINE) بھی شروع ہو چکا ہے

برائے رابطہ: انچارج شعبہ خط و کتابت کورسز، قرآن اکیڈمی، K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 3-35869501(42-92) E-mail:distancelearning@tanzeem.org

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 28 سال، تعلیم الیکٹریکل انجینئر، قد "11.'5، برسرروزگار کے لیے تعلیم یافتہ، پابند صوم وصلوٰۃ لڑکی کے والدین رابطہ فرمائیں۔

برائے رابطہ: 0331-5269618 0336-7471829

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹیوں، عمر 25 سال تعلیم بی ایس سی، قد "2-'5، عمر 23 سال تعلیم انٹرمیڈیٹ قد "6-'5 کے لیے برسرروزگار تر جیحاً اُردو سپیکنگ فیملی کے لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0321-4760282

☆ لاہور میں مقیم جٹ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 32 سال، تعلیم ڈاکٹر آف فارمیسی، پابند صوم وصلوٰۃ کو عقدِ ثانی کے لیے ہم پلہ، تعلیم یافتہ، دینی مزاج کی حامل لڑکی (عمر 25 تا 30 سال) کا رشتہ درکار ہے۔ پہلی بیوی کو طلاق۔

برائے رابطہ: 0300-4233054

☆ راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 31 سال، تعلیم ایم ایس سی کیمسٹری، قد "6-'.5 کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسرروزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0331-4930273

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم ایس سی (سٹیٹس) کے لیے، دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0332-6753469

☆ آرائیں فیملی کو اپنی دو بیٹیوں، عمر بالترتیب 23 سال، تعلیم ایم اے ایجوکیشن، ڈپلومہ تعلیم القرآن......اور عمر 19 سال، تعلیم ایف ایس سی، ڈپلومہ تعلیم القرآن، تحریر و تقریر کی صلاحیتوں سے متصف کے لیے اقامت دین کی جدوجہد کے جذبہ کے حامل، دیندار اور برسرروزگار نوجوان جو رسم و رواج کے بغیر نکاح کا ارادہ رکھتے ہوں۔

والدین کے ذریعے رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0321-6606707

بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاناما کے مسئلے پر ملک بھر میں سیاسی آندھیاں طوفان، گولہ باری جاری ہے۔ جس روز فیصلے کی خبر آئی وہ 21 اپریل تھا۔ احتیاطاً مزارِ اقبال زیرِ حراست رہا۔ خبر یہ تھی کہ سیکورٹی خدشات کے پیشِ نظر مزار بند ہے۔ تصویر میں مزار خار دار تاروں کے نرغے میں گویا بیڑیاں، ہتھکڑیاں پہنے ہوئے تھا۔ ڈیوٹی پر مامور اہلکار بھی نقاب پوش تھا۔ اصلاً بہت سے مردہ، زندہ ہوتے ہیں۔ ’’قبر جنہاں دی جیوے ہُو‘‘۔ ان سے ڈرنا ہی چاہیے! اور بہت سے زندہ دکھائی دینے والے چلتی پھرتی لاشیں ہوتی ہیں۔ اقبال ہی نے کہا تھا۔

گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے
مردہ ہے مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس!

پھٹی پھٹی جینز، اُلجھے کھڑے بال، بکھی بگڑی منتشر فکر! فرنگی نفسی نے تو جیتے جاگتے ملک پر مردنی طاری کر رکھی ہے۔ فکرِ اقبال پہلے قوالوں اور گائیکہ مغنیات کے ہاتھوں مُثلے کا شکار رہی۔ نصابوں سے نکالی گئی۔ تشریحات کی سان چڑھا کر انقلابی پیغام کی تپش کا رخ موڑنا چاہا۔ تاہم خطرہ برقرار رہا! علامہ، ڈاکٹر، سر کے سابقوں کے باوجود وہ محمد اقبال ہی رہا۔ عاشقِ رسول ﷺ! امتِ محمد ﷺ کی سربلندی، اتحاد و اتفاق کے خواب دیکھنے اور دکھانے والا! نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر! رنگ و نسل جغرافیائی حدود سے ماورا ٹھیٹھ خلافت کا حُدی خواں۔

آج کی لغت میں کلامِ اقبال، شدت پسندی، (امریکی اصطلاحات بعد از نائن الیون) انتہا پسندی، عسکریت پسندی کے زمرے میں آتا ہے۔ سو علامتی طور پر مزار کی بندش عجب تو نہیں۔ آخر عمران خان کے زیرِ اختیار صوبے (اور شہباز شریف کی راجدھانی میں بھی) کے نصابوں سے جو کچھ نکالا گیا ہے وہ آئندہ نسلوں سے اقبال جیسے رجال پیدا ہونے سے روکنے ہی کا سامان ہے۔ محمد ﷺ اور خلفائے راشدین بچوں کی کتب سے نکال دیئے۔

اہلِ بیت اطہارؓ نکال دیئے۔ محمد بن قاسمؒ، محمود غزنویؒ، اورنگ زیبؒ، شاہ ولی اللہؒ، ٹیپو سلطان، اقبال، قائداعظم تک نکال دیئے۔ قرآن کی اہم سورتیں نکال دیں۔ مسلمان سائنس دان نکال دیئے تا کہ جہالت کے تاریک دور میں ٹامک ٹوئیاں مارتے یورپ (جو ہمارے سرکاری بڑوں کا ملجا و ماویٰ ہے) کے شاندار ذی علم مسلمان (سائنسی) اساتذہ کی خبر نسلِ نو کو نہ ہو جائے! یہ حذف کر کے اس کی جگہ۔ کچھوا اور خرگوش! مارکو پولو، واسکوڈی گاما بچے پڑھیں گے! اصولاً عمران خان کے کتوں، زرداری کے گھوڑوں اور نواز شریف کے شیروں پر مضامین شاملِ نصاب ہونے چاہیے۔ آخر کچھوؤں اور خرگوشوں سے تو زیادہ معتبر ہوتے!

اب اگر نصابوں سے بلا گرز پیدا ہوں۔ ملکی فضا ہموار پا کر عبداللہ، زوہیر جیسے نوجوان اور مشال خان یہ سمجھ لیں کہ واقعی۔ سب کہہ دو! تو ہولناک واقعات کا راستہ کون روکے گا۔ یہ فیصلے یقیناً مجمعوں کو نہیں کرنے، کام عدالت اور حکومت کا ہے۔ نوجوان اتنے دیدہ دلیر اور دریدہ دہن کیوں ہو گئے کہ کروڑوں مسلمانوں کے حساس ترین مذہبی دینی عقیدے سے یوں سرِعام کھیلنے لگ گئے؟ یہ نوجوان بکنگھم پیلس، چرچ آف انگلینڈ میں پیدا نہیں ہوئے کہ نہ جانتے ہوں کہ ذاتِ رسالت مآب محمد ﷺ کی محبت عام، سادہ مسلمان کے بھی ہر خلیے اور بن مُو میں سمائی ہوئی ہے۔ مشال خان کے یوں مارے جانے کی تائید کسی عالمِ دین نے بھی نہیں کی۔ تاہم اسلام اور نبی کریم ﷺ کی شان میں طلبہ کے سامنے گستاخی (قبل ازیں طویل فہرست شعائرِ اسلام، عقائد پر خوفناک ہرزہ سرائی کی) کس درجے کی ہو گی کہ مدرسہ کے طلبہ نہیں، ان پڑھ دیہاتی نہیں۔ یونیورسٹی کے طلبہ غصے سے پاگل ہو گئے! طلبہ بھی پختون سٹوڈنٹس فیڈریشن کے جو مذہبی نہیں پختون تنظیم ہے! المیہ صرف یہ نہیں کہ واقعہ کیا ہوا؟ اب جو درجنوں طلبہ گرفتاریوں، پکڑ دھکڑ مار دھاڑ کی زد میں ہیں۔ یونیورسٹی میں تعلیم کی بجائے خوف رنج و الم کے بادل چھائے ہیں۔ یہ کس کے مفاد میں ہے؟ اپنی سیاستوں، دنیائے کفر کی خوشنودی میں حکمرانوں کی ایمان بھلا دینے کی اس روش کو بدلے بغیر ملک خدانخواستہ خانہ جنگی، انارکی، لاقانونیت کی طرف دھکیلا جاتا رہے گا۔

اس واقعے کی ذمہ داری میں مقتدر ادارے، حکومت اور میڈیا سب شریک ہیں۔ جواب وہی صرف غیرت سے دیوانے ہو جانے والے طلبہ کی نہیں۔ یہ عالمی فکری سوائن فلو وائرس ہے جو نیٹ اور سوشل میڈیا کی لہروں پر سوار کر کے پھیلایا جا رہا ہے۔ یہ کیمیائی، حیاتیاتی میزائل، جملوں سے کچھ کم زہرناک، ہلاکت خیز نہیں۔ اس سے انسان چلتی پھرتی لاشوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اپنی پہچان، شناخت کھو کر دیوانے ہو جاتے ہیں۔ ہذیان بکنے لگتے ہیں۔

آج ادب، لٹریچر کو دجالیت نے اغوا کر لیا ہے۔ سلمان رشدی جیسے مغلظات بکنے، آفتاب پر تھوکنے والے کو ’’ادب‘‘ (بدترین بے ادبی پر!) کے اعلیٰ اعزازات سے نوازا گیا۔ بدزبانی ہے زبان میری۔ والی کتاب ’’شیطانی آیات‘‘ کو ٹکا ٹکا گن کر خرچ کرنے والے گوروں نے پاؤنڈوں، ڈالروں سے مالا مال کر دیا۔ یوں پھیلایا۔ گویا ادب کی اس سے بڑی خدمت اور تعلیم کی اس سے ارفع کتاب کوئی دوسری نہیں۔ دنیا میں یہ کتاب نمائندہ ہے۔ جہالت، کفر اور شیطانیت کی۔ تصادم صرف دو تہذیبوں۔ اسلام اور کفر، رحمٰن کے مقابل شیطان کا نہیں۔ دو کتب، دو نظام ہائے تعلیم و تربیت کا بھی ہے۔ کوثر و تسنیم سے دھلی، کاتبِ وحی فرشتوں کے ہاتھوں لکھی، جبرائیل امینؑ کے ذریعے کرۂ ارضی کے ارفع ترین قلب پر اتری کتابِ مبین، لا ریب فیہ (جس میں کوئی شک نہیں!) الفرقان (حق و باطل کے مابین کسوٹی) القرآن الحکیم ہمارا سرمایۂ فخر ہے! جس کتاب نے بت پرست، بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے والی قتل و غارت گری کی خوگر قوم سے اعلیٰ ترین، بے مثل سیرت و کردار کی لہلہاتی فصلیں اٹھا کھڑی کیں۔ جنہوں نے دنیا کے وسیع و عریض رقبوں پر 1924ء تک حکمرانی کی۔ عدل و انصاف ایمان اور بے مثل شجاعت کی بنیاد پر تین براعظموں پر مسلسل حکمران رہے۔ ادھر ڈوبے اُدھر نکلے کے مصداق سپین چھنا تو سلطنتِ عثمانیہ کی سطوت تا دیر قائم رہی۔

ہمارے بچوں کو کچھوے اور خرگوش پڑھا کر غلام طبع حکمران، اپنی فکری کجی کی میراث آگے بڑھا رہے ہیں۔ سرکاری طور پر کم عمر نوخیز لڑکیاں (نویں، دسویں کی طالبات) امریکہ بھیجی جا رہی ہیں۔ (ملالاؤں کی کھیتیاں اگانے کو؟) اعلیٰ تعلیم کے لیے! کہاں رہیں گی؟ امریکی خاندانوں کے ساتھ! امریکہ میں خاندان؟ کونسے؟ وہاں تو دو مردوں کی باہم ’شادی‘ والے گھر کو بھی خاندان کہا جاتا ہے۔ بن بیاہے پارٹنر بھی خاندان بنا کر رہ لیتے ہیں! قوم کی وہ بیٹیاں کہ جن کو بننا تھا بتولؓ؟ اسی دن کے لیے تو نصاب سے سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور اقبال کو نکالا۔ مزارِ اقبال

کو گرفتار کرلیا! ایک عرض یہ بھی کرنی تھی کہ صادق، امین جیسے مقدس الفاظ کی بے حرمتی کا سدِ باب کیا جائے۔ الصادق ﷺ، الامین ﷺ، بدترین دشمنوں اور ابوجہلوں کو بھی ماننا پڑا۔ یہ شاندار القاب نبی کریم ﷺ کا ورثہ ہیں۔ کرپشن سے کھائی ہوئی کالی بھجنگ ہماری بدخلق بدبودار سیاست اور یہ الفاظ؟ طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ زرداری بھی یہی واویلا کر رہے ہیں کہ نواز شریف صادق، امین نہیں، اور سعد رفیق فرما رہے ہیں کہ ہیں! یہ کہتے ہوئے لرزہ طاری کیوں نہیں ہوتا! آج کے سیاست کار تو قبل از آزادی کے زعماء کے مقابل کھڑے ہونے کے لائق بھی نہیں۔ سیرت و کردار، علم و دانش، ایمان و بصیرت۔ مایوس کن گرتا ہوا ایسا گراف ہے جو جا کر محلات، دیگوں، اور کھیل کے میدانوں میں جا پڑا ہے۔

اب جو سکولوں میں قرآن پڑھائے جانے کی بات ہو رہی ہے تو حکومتی نصابی ترجیحات کے (بیان کردہ) تناظر میں اس پر بھی شکوک و شبہات کے ناگ ڈراتے ہیں۔ علماء کو ترجمہ دکھا دیجیے۔ اساتذہ کی تربیت پر بھی نگاہ رکھنی ہوگی۔ اس وقت بھی بے شمار جگہوں پر قادیانی اساتذہ (غیر علانیہ) اسلامیات پڑھا رہے ہیں۔ منکرین حدیث، سیکولر طبقات بھی رینڈ کارپوریشن ایجنڈوں کے تحت یہ کام سنبھال سکتے ہیں۔ اقبال اور سورتیں تو نصابوں میں برداشت نہیں کر پا رہے۔ پورا قرآن پڑھانے کی اجازت (امریکہ نے) کیونکر دے دی؟ ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو۔ کا اندیشہ تو رہے گا ہمیں۔ پولیو ڈراپس ڈھا کر پلانے کی خیر خواہی کی مانند! بھوکے، ننگے، پیاسے مر جائیں لیکن پولیو ڈراپس سے محروم نہ رہیں!

پچھلے دنوں پارلیمنٹ ہاؤس کی بجلی رواں رکھنے کے لیے وہاں 2 بکروں کا صدقہ دیا گیا! عوام کے ٹیکسوں سے آپ اپنی کرسیوں پر بجلی، اے سی، پانی رواں رکھنے کو صدقہ دے رہے ہیں؟ کیوں نہ کالی راتوں اور پسینے بھرے دنوں والی واپڈا کے چرنوں میں بکرے کا خون ڈالا جاتا عوام کی بجلی چالو رکھنے کو۔ اگر یہی نسخہ کارگر ہے! تاہم جس پارلیمنٹ کا سربراہ ہولی کی تقریب میں کھڑے ہو کر اسلام کا بیانیہ بدلنے کی بات کر چکا۔ اس سے صدقے کی اجازت تو لے لی ہوتی! بیانیہ بدلنے کو پی ٹی سی ایل نے تو السلام علیکم کی جگہ ریکارڈ شدہ پیغام (اردو) میں گڈ مارننگ کہلوانا شروع کر دیا ہے۔ ہمارے باپ آدمؑ کو یہ پہلی تعلیم خود خالق، رب تعالیٰ نے دی تھی۔ ہم نے یہ بیانیہ بدل ڈالا؟ پانامہ کہیں گڈ نائٹ ہی نہ کہہ دے!

☆☆☆

گوشۂ تربیت

خیانت

مولانا محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ

خیانت، امانت کی ضد ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو۔“ (سورۃ انفال: 28)

امام راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”خیانت اور نفاق دونوں ایک ہی ہیں مگر خیانت کا اطلاق عہد اور امانت کے اعتبار سے کیا جاتا ہے اور نفاق کا اطلاق دین کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔“ (بصائر ذوی التمیز: 2/582)

قرآن کریم میں خیانت کا لفظ چار معانی میں استعمال ہوا ہے:

1۔ معصیت: سورۃ بقرہ کی آیت 187 میں ہے: ”اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کرو گے۔“ یعنی اپنے آپ کو معصیت میں مبتلا کرو گے۔

2۔ عہد شکنی: سورۃ انفال کی آیت 58 میں ہے: ”اگر تمہیں کسی قوم سے خیانت (عہد شکنی) کا اندیشہ ہو تو برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دو۔“

3۔ ترک امانت: سورۃ نساء کی آیت 105 میں ہے: ”اور تم خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔“ یہ آیت کریمہ طعمہ بن ابیرق کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو منافق تھا اور اس نے خیانت کا ارتکاب کیا تھا۔

4۔ دین میں مخالفت: سورۃ تحریم کی آیت 10 میں ہے: (حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام دونوں کی بیویاں) دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں انہوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی۔ (یعنی دین میں مخالفت کرتے ہوئے ایمان قبول نہ کیا) (نزھۃ الاعین النواظر: 281،283)

خیانت کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے اور اسے نبی کریم ﷺ نے منافق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے، رسول اللہ ﷺ خیانت سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے آپ کی مسنون دعاؤں میں سے ایک اہم دعا ہے جو تمام خواتین و حضرات کو یاد کر لینی چاہیے۔ یہاں ہم اس کا مفہوم درج کر رہے ہیں: ”اے اللہ! میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ وہ بہت برا ساتھی ہے اور خیانت سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ وہ بہت برا راز دان دوست ہے۔“ (ابوداؤد)

حضور اکرم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ بہترین زمانہ ختم ہونے کے بعد خیانت کرنے والوں کی کثرت ہو جائے گی۔ صحیح بخاری میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ”سب سے بہترین زمانہ میرا ہے پھر ان لوگوں کا جو میرے بعد آئیں گے، پھر ان کے بعد والوں کا۔“ حضرت عمرانؓ کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ آپؐ نے اس کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا یا تین کا، آپؐ نے فرمایا: ”تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو خائن ہوں گے، اور ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکے گا، وہ خواہ مخواہ گواہی دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے حالانکہ ان سے گواہی کا مطالبہ نہیں کیا گیا ہوگا، وہ نذر مانیں گے مگر اسے پورا نہیں کریں گے اور ان کے اندر موٹاپا ظاہر ہو جائے گا۔“ (بخاری: 2651)

اس پیش گوئی میں بیان کی گئی علامات یوں تو ”خیر القرون“ کے بعد بھی ظاہر ہونا شروع ہو گئی تھیں لیکن جیسے جیسے قیامت قریب آ رہی ہے، یہ علامات گھنگھور گھٹاؤں کی طرح پورے معاشرے پر چھاتی جا رہی ہیں، یوں لگتا ہے کہ کوئی مرد اور عورت بھی ان سے محفوظ نہیں رہے گا، حکومت و سیاست، عدلیہ اور انتظامیہ کے پورے نظام پر نظر ڈالیں تو خیانت کا تسلط اور اثرات دکھائی دیں گے، کوئی بھی تو ایسا نہیں جسے یہ احساس ہو کہ یہ عہدہ و اقتدار، کرسی اور منصب میرے پاس امانت ہے اور اس میں خیانت حرام ہے۔ دفتر میں وقت پر پہنچنے کی پابندی نہیں کی جاتی، جب چاہیں جائیں اور جب چاہیں چھٹی کر لیں۔ دفتر میں ضروری نہیں کہ سارا وقت عوام کی خدمت ہی میں صرف کیا جائے بلکہ زیادہ تر وقت گپ شپ، سودے بازی اور رشوت کے لین دین میں ضائع ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی افسر بالا تک پہنچنے میں کامیاب ہو بھی جائے تو ضروری نہیں کہ اس کا کام ہو ہی جائے اکثر کو ٹرخا دیا جاتا ہے۔ ہاں اگر

کوئی رشوت دینے کی سکت رکھتا ہو یا اس کے پاس تگڑی سفارش ہو تو اس کا نہ صرف کام کر دیا جاتا ہے بلکہ اسے چائے بھی پیش کی جاتی ہے۔

تجارت اور کاروباری معاملات کو دیکھیں تو یوں لگتا ہے کہ تاجروں اور دکانداروں نے یہ بات کسی عقیدے کے طور پر ذہن نشین کر لی ہے کہ خیانت کے بغیر کاروبار چل ہی نہیں سکتا۔ ہر کوئی ڈنڈی مارنے کی کوشش کرتا ہے، کم تولنے، ملاوٹ کرنے، نمبر دو کو نمبر ایک کے نام سے بیچنے کی بیماری عام ہے، جان بچانے والی دوائیوں سے لے کر روزمرہ کے استعمال کی اشیاء تک ہر جگہ خیانت ہوتی ہے۔ مالک، ملازم سے اور ملازم مالک سے خیانت کرتا ہے۔

اپنے گھروں میں جھانک کر دیکھیں تو یہاں بھی خیانت کی نحوست ڈیرہ ڈالے دکھائی دے گی۔ شوہر بیوی سے اور بیوی شوہر سے خیانت کر رہی ہے۔ اس خیانت نے والدین اور اولاد کے مقدس رشتے تک کو نہیں بخشا۔ پھر حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ جو امین ہیں، انہیں خائن کہا جا رہا ہے اور جو خائن ہیں انہیں امین بنا کر پیش کیا جا رہا ہے، ہمارے آقا ﷺ نے اس کی بھی پیش گوئی فرما دی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "عنقریب لوگوں پر ایسا وقت آئے گا جب جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا قرار دیا جائے گا، امانت دار کو خائن اور خائن کو امانت دار سمجھا جائے گا۔" (ابن ماجہ 4036)

یہ جو ہم دیکھ رہے ہیں کہ نا اہلوں کو عہدوں سے نوازا جاتا ہے اور جو اہل اور حقدار ہیں انہیں محروم رکھا جاتا ہے تو یہ بھی خیانت ہی کی ایک صورت ہے بلکہ کسی بھی محکمہ اور ادارہ میں خیانت تب عام ہوتی ہے جب وہاں نا اہل اور زر پرست مسلط ہو جاتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے بھی قیامت کی نشانی بتایا تھا، صحیح بخاری میں ہے کہ آپؐ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کب آئے گی؟ تو آپؐ نے فرمایا:

"جب امانت کو ضائع کیا جائے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔" عرض کیا گیا کہ امانت کو ضائع کرنے کا کیا مطلب ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: "جب عہدے نا اہلوں کے حوالے کیے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔" (بخاری:59)

ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں سے بھی خیانت کرنے سے باز نہیں آتے جبکہ ہمارے آقا ﷺ یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکوں کے ساتھ بھی خیانت کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہوتا ہے، جو شخص جنگ میں بھی اخلاقی اصولوں اور روایات کی پاسداری نہیں کرے گا وہ کیسے جنگ کر سکے گا؟

ہم یورپ خصوصاً امریکی فوج کو دیکھ رہے ہیں جو اخلاقیات کے ٹھیکیدار ہونے کے دعوے کرتے نہیں تھکتے کہ وہ عراق اور افغانستان بلکہ پوری دنیا میں مسلمانوں کے خلاف اخلاقی اقدار کا کیسے خون کر رہی ہے لیکن نبی امی ﷺ تاریخ کے اس دور میں جبکہ متمدن قومیں بھی جنگ میں سب کچھ جائز ہونے کا فتویٰ دے رہی تھیں، آپ جب اپنے صحابہ کو جہاد کے لیے روانہ فرماتے تو انہیں خاص طور پر تاکید فرماتے:

((اغزو اولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدا))

"جاؤ جنگ کرو مگر خیانت نہ کرنا، عہد شکنی نہ کرنا، کسی مقتول کی بے حرمتی نہ کرنا اور بچوں کو قتل نہ کرنا۔" (صحیح مسلم:2،24)

ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا: "جو غیر مسلم (ذمی) کے ساتھ خیانت اور عہد شکنی کرے گا قیامت کے دن میں اس ذمی کی طرف سے وکیل بن کر پیش ہوں گا۔"

اللہ اکبر! کہاں یہ مبارک اور پیاری تعلیمات ہیں جو ذمی اور دشمن کے ساتھ بھی خیانت کی اجازت نہیں دیتیں اور کہاں ہم ہیں جو اپنے کلمہ گو بھائی بہنوں بلکہ اللہ اور رسول کے ساتھ بھی خیانت کو روا رکھے ہوئے ہیں، اسی لیے ہر دن کا نیا سورج ہماری ذلت اور رسوائی کی نئی خبر لے کر طلوع ہوتا ہے۔

☆☆☆

بقیہ: لمحۂ فکریہ

سے پہلے کہ اللہ کی ناراضگی کی وجہ سے ہم کسی بہت بڑے عذاب میں گرفتار ہو جائیں۔ ہمیں دنیا کے مسلم ممالک کی صورتحال سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ کس طرح مغرب نے ان پر یلغار کی ہوئی ہے۔ عرب اسپرنگ کے نام پر جو کچھ ہوا وہ کوئی زیادہ پرانی بات نہیں۔ شام کی صورتحال بھی ہمارے سامنے ہے اور امریکہ نے افغانستان پر اپنی ہی خودساختہ حکومت کی موجودگی میں جو خطرناک بم برسایا ہے، یہ تو کل ہی کی بات ہے۔ اس زعم میں نہ رہا جائے کہ ہم چونکہ امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی ہیں، لہٰذا ہمیں اس قسم کی صورتحال کا سامنا نہیں ہوگا۔ اللہ ہمارے حکمرانوں اور دیگر طبقات کو ہدایت عطا فرمائے اور ملک کو اندرونی و بیرونی ریشہ دوانیوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

☆☆☆

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ کراچی جنوبی، اولڈ سٹی کے ملتزم رفیق جناب قاسم وفات پا گئے

☆ فورٹ عباس کے نقیب اسرہ مختار احمد کی والدہ وفات پا گئیں

☆ تنظیم اسلامی گوجر خان کے مبتدی رفیق ارشد محمود کے والد وفات پا گئے

☆ نیو ملتان تنظیم کے رفیق محمد عمران کے والد اور ماموں وفات پا گئے

☆ قرآن اکیڈمی ملتان کے کارکن قاری محمد اعظم کے والد وفات پا گئے

☆ ملتان، گل گشت کے رفیق انجم صدیق کے والد وفات پا گئے

☆ ملتان غربی کے رفیق محمد بلال کے بھائی وفات پا گئے

☆ ملتان شمالی کے رفیق نجم علی کے سسر وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

روزہ اور رمضان المبارک کی عظمت اور فضیلت سے آگاہی
اور عظمتِ انسان سے واقفیت کے لیے

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ

کے دو کتابچے ---- خود پڑھیے اور احباب کو تحفتاً پیش کیجیے:

① عظمتِ صوم

قیمت: -/20 روپے

حدیث قدسی فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ کی روشنی میں

② عظمتِ صیام وقیامِ رمضان مبارک

قیمت: -/25 روپے

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

محمد سمیع

الحمدللہ ہم سب مسلمان ہیں۔ صبح وشام اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے رہتے ہیں۔ سبحان اللہ کا ورد ہماری زبانوں پر جاری رہتا ہے۔ اس طرح ہم اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ ہر نقص اور ہر عیب سے پاک ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہوا کہ ایک مسلمان چیف جسٹس نے جو عام عدالت کا نہیں بلکہ وفاقی شرعی عدالت کا جج ہے، سود کے خلاف مقدمے کی کارروائی کے دوران یہ ریمارکس پاس کیے ''جس وقت سود کی ممانعت کا حکم ہوا اس وقت کی معیشت آج کی معیشت سے مختلف تھی۔ سوال یہ ہے کہ اس وقت کے نظام کو آج کیسے نافذ کیا جاسکتا ہے''۔ وفاقی شرعی عدالت کا قیام اس لئے عمل میں لایا گیا تھا کہ اگر کسی کو کسی قانون کے بارے میں یقین ہو کہ یہ قرآن وسنت سے متصادم ہے تو وہ اس عدالت میں رٹ فائل کر کے اپنے دلائل پیش کرے تاکہ عدالت یہ فیصلہ کر سکے کہ مذکورہ قانون قرآن و سنت سے متصادم ہے یا نہیں۔ ان ریمارکس سے تو ایسا لگتا ہے کہ بجائے اس کے کہ عدالت سود کے خاتمے کا حکم دے، اسے تحفظ دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ گر ہمی مکتب و ہمی ملا کار طفلاں تمام خواہد شد۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال قبل دین کی تکمیل کردی اور سورۃ المائدہ میں اس کا اعلان بھی کردیا کہ آج کے دن ہم نے تم پر تمہارے دین کو مکمل کردیا۔ اسلام کو پسندیدہ دین ہی نہیں قرار دیا بلکہ یہ بھی واضح کردیا کہ جو اسلام کے سوا کوئی اور دین لے کر آئے گا، اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرمائے گا۔ ہم اس دین میں حرام کردہ سود کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ یہ آج کی معیشت میں نہیں چل سکتا۔ اس سے دو سوال ذہن میں ابھرتے ہیں۔ پہلا یہ کہ کیا اللہ کا یہ دین قیامت تک کے لیے نہیں اور اگر ایسا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس میں سود کو حرام کیوں کر قرار دیا جو آج کی معیشت میں نہیں چل سکتا۔ بالفاظ دیگر، اللہ کو نعوذ باللہ یہ علم ہی نہیں تھا کہ وہ ایک ایسی شے کو حرام قرار دے رہا ہے جو قیامت تک نہیں چل سکتی۔ گویا اللہ کے علیم ہونے پر یا تو شک کا اظہار کیا جارہا ہے یا پھر اس کے علم کی نفی کی جارہی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ پھر اللہ کی صفت سبحان کیسے رہی۔ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ پر شریعت نازل ہوئی جس میں سود کو حرام قرار دیا گیا۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر فاروق ؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔ ان کا قول سود کے حوالے سے موجود ہے کہ سود کو بھی چھوڑ دو اور جس پر سود کا شبہ ہو، اس کو بھی چھوڑ دو۔ یہاں حال یہ ہے کہ سود پر ہی شبہ پیدا کر کے اس کو حلال کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ایک اور نکتہ بھی سامنے آتا ہے۔ وہ یہ کہ جب سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا تھا، کفار ومشرکین نے اس کی حرمت پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ حالانکہ ان کے پاس بھی یہ جواز موجود تھا کیونکہ اس زمانے میں بھی سود اس معاشرے میں رائج تھا۔ انہوں نے سوال اٹھایا تو صرف یہ کہ سود بھی تو تجارت ہی ہے۔ اس سے ان کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ جس طرح اشیاء پر منافع کمایا جاسکتا ہے، اسی طرح درہم و دینار پر بھی منافع کمایا جاسکتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دلائل نہیں دیئے گئے تھے کہ سود اور کاروبار میں کیا فرق ہے بلکہ دوٹوک انداز میں یہ فرمایا تھا کہ اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ آج ہم مسلمان ہو کر بھی اللہ کے اس حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہیں ان معنوں میں کہ سود کے بارے میں مختلف طریقوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ موجودہ حالات میں سود کو حرام قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس صدی کے ایک ممتاز عالم دین نے دینی احکام پر اعتراض کرنے والوں کو دوٹوک انداز میں یہ بات کہی تھی کہ اسلام کے احکامات اللہ کے نافذ کردہ ہیں لہٰذا اگر تم مسلمان ہو تو اس پر عمل کرو ورنہ دوسری صورت میں اسلام کو ترک کردو۔ یہ دورنگی نہیں چلے گی کہ مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی ہو اور اللہ کے احکامات پر عمل کرنے پر آمادہ بھی نہ ہو۔ آج سے کوئی ربع صدی قبل وفاقی شرعی عدالت نے بینکنگ کے انٹرسٹ کو سود قرار دے دیا تھا اور حکومت سے کہا تھا کہ اتنے عرصے میں سودی نظام کو ختم کر کے متبادل نظام کے لئے قانون سازی کی جائے۔ اس وقت بھی میاں نواز شریف ہی وزیراعظم تھے اور انہوں نے قوم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس فیصلے کے خلاف اپیل میں نہیں جائیں گے۔ لیکن وہ بھی اسی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جس کے نزدیک وعدے قرآن و حدیث نہیں ہوتے۔ وہ بھی سیاست میں مفاہمت پر یقین رکھتے ہیں لیکن اس کا دائرہ دینی احکام تک بھی وسیع کرنا چاہتے ہیں۔ صدر مملکت نے سود کے حوالے سے علماء سے جو اپیل کی تھی اسے لوگ ابھی تک نہیں بھولے۔ بہر حال، وفاقی شرعی عدالت کے اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کردی گئی۔ سپریم کورٹ کے اپیلیٹ بنچ نے اس فیصلے کو برقرار رکھا تھا جس کے بعد فیصلے پر نظرثانی کی اپیل دائر کی گئی اور پرویز مشرف کے دور حکومت میں اس فیصلے کو سبوتاژ کر کے اسے سردخانے میں ڈال دیا گیا۔ جب دوبارہ دینی جماعتوں نے اس مسئلہ کو عدالت میں اٹھایا تو اس قسم کی باتیں سامنے آرہی ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ حکومت نے کسی صورت میں سود کو ختم نہیں کرنا۔ ظاہر ہے کہ یہ اتنا آسان بھی نہیں ہے لیکن انگریزی کے اس محاورے کے مطابق (ہمارا یہ طبقہ قومی زبان پر انگریزی کو ترجیح دیتا ہے جبھی تو عدالت کے حکم کے باوجود اردو کو آج تک نافذ نہیں کیا گیا، لہٰذا اسی لیے میں انگریزی محاورے کو ان کے سامنے رکھ رہا ہوں "Where there is a will, there is a way" دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں بشرطیکہ نیت درست ہو۔ جہاں سود کے خاتمے کی نیت ہی نہ ہو، وہاں یہ ساری کوششیں کارعبث ہیں۔ یا تو حکمرانوں کو واضح طور پر یہ اعلان کر دینا چاہیے کہ ہم سود کا خاتمہ نہیں چاہیے یا اپیل واپس لے کر متبادل قانون سازی کا آغاز کر دینا چاہیے۔ سود اور ربا کی تعریف کے تعین کی بات ایسی ہی ہے جیسے فحاشی کے خلاف مقدمے میں فحاشی کی تعریف کا سوال اٹھایا گیا تھا۔ دین کے ساتھ کھلواڑ بہت ہو چکا اور اس کے نتائج بھی ہم بہت بھگت چکے۔ اب یہ سلسلہ بند کر دیا جائے اس (باقی صفحہ 15 پر)

پاکستان کی مذہبی جمعیتیں

سید عبدالوہاب شیرازی

ویسے تو جمعیتوں کی تاریخ کافی پرانی ہے، پاکستان بننے سے قبل ہی مختلف ایشوز پر جمعیتیں بننا شروع ہوگئیں تھیں۔ جمعیت علمائے ہند کا قیام بھی پاکستان بننے سے قبل ہوا۔ شروع شروع میں تمام مسالک کے علماء اس کا حصہ تھے اور یہ سب علماء کی مشترکہ جمعیت تھی، لیکن آہستہ آہستہ اس جمعیت سے کئی جمعیتیں بنتی گئیں۔ آزادی کے بعد ہند اور پاکستان کے سابقے اور لاحقے کے ساتھ دو تقسیمیں تو یہی ہوگئیں تھی، پھر آہستہ آہستہ مسالک نے اپنی اپنی جمعیتیں الگ الگ بنانا شروع کردیں۔ چنانچہ ہر ہر مسلک کی اپنی الگ جمعیت بن گئی۔ پھر اسی پر اکتفاء نہیں ہوا بلکہ ہر مسلک کی جمعیت نے بچے دینے شروع کردیے اور ہر مسلک میں کئی کئی جمعیتیں بن گئیں، جن میں فرق کرنے کے لیے حروف تہجی کو بریکٹ میں لکھا جانے لگا۔ چنانچہ آج دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث ہر مسلک میں تین تین چار چار بلکہ اس سے بھی زیادہ (پندرہ بیس) جمعیتیں موجود ہیں۔

اگر جمعیتوں کی تاریخ کو دیکھا جائے تو اکثر جمعیتیں اسی طرح وجود میں آئیں جیسے کسی مارکیٹ یا کسی خاص طبقے کی یونین بنتی ہے، چنانچہ یونین کا مقصد محض اپنے مطالبات کا حصول ہوتا ہے، جب تک ان کے مخصوص مطالبات پورے ہوتے رہیں سب اچھا کی رپورٹ ہوتی ہے۔ لیکن جونہی کوئی ایسا قانون یا فیصلہ آئے جس سے اپنے خاص مفادات پر زد پڑتی ہو تو یونین فوراً حرکت میں آجاتی ہے اور احتجاج کرتی ہے۔ مذہبی جمعیتوں کی بھی حالت اسی طرح رہی ہے یعنی ہر جمعیت ایک مارکیٹ یا خاص طبقے کی یونین کی طرح کام کرتی ہے، جہاں اپنے مفادات یا مطالبات کی بات ہو تو جمعیت حرکت میں آجاتی ہے۔

جمعیت کے برعکس تحریک کا تصور ذرا مختلف رہا ہے۔ پاکستان سے قبل بھی اور پاکستان بننے کے بعد بھی ہندوپاک میں مختلف تحریکیں کھڑی ہوئیں اور اپنے مطالبات منوائے۔ جمعیت کا کام محدود ہوتا ہے بالکل ایسے ہی جیسے مارکیٹ کی یونین وغیرہ۔ جبکہ تحریک کا کام بڑا اور بعض اوقات لامحدود ہوتا ہے۔ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ہندوستان وپاکستان میں جمعیتوں نے کوئی خاص بڑا کام نہیں کیا، ان کی جدوجہد اپنے خاص مفادات تک ہی محدود رہی ہے۔ جبکہ تحریکوں نے قومی سطح کے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیے، اور بڑی بڑی کامیابیاں بھی حاصل کیں ہیں۔

تحریکیں کیوں کامیاب ہوئیں؟

دراصل تحریکوں کی کامیابی کی دو وجوہات ہیں:

ایک وجہ اخلاص اور ایمانی جذبہ ہے۔ جتنی بھی تحریکیں کھڑی ہوئیں ان کے پیچھے ایک درد، غم، ایمان ویقین کی دولت اور اخلاص وللہیت، اور سخت محنت کارفرما تھی۔

دوسری وجہ فروعی جھگڑوں، مسلکی اختلافات اور ذاتی انا سے ہٹ کر کام کرنا ہے۔ چنانچہ آپ تحریک ختم نبوت کو دیکھیں یا تحریک تبلیغی جماعت کو ان دونوں کے پیچھے یہی عوامل کارفرما رہے ہیں۔ عام طور پر تحریکوں میں تمام مسالک کے لوگ مل کر کام کرتے ہیں، تحریک ختم نبوت میں ہر مسلک نے بھرپور کام کیا، یہاں تک کہ اہل تشیع جن کے ساتھ اہل سنت کا اختلاف فروعی نہیں بلکہ اصولی ہے وہ بھی اس تحریک کا حصہ رہے ہیں۔ جب اتنے اخلاص اور اتحاد کے ساتھ کام کیا جاتا ہے تو اللہ بھی ناممکن کو ممکن بنادیتا ہے۔

ستر کی دہائی میں ہندوستان کی حکومت نے مسلمانوں کے عائلی قوانین میں تبدیلی کی تو قاری طیب قاسمی اور پھر ان کے بعد مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہما اللہ نے بھرپور تحریک چلائی، ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی بارہ سے پندرہ فیصد ہے لیکن اس کے باوجود یہ تحریک کامیاب ہوئی اور ہندوستان کی حکومت مسلمانوں کے عائلی قوانین کو سابقہ اصل اسلامی حالت پر برقرار رکھنے پر نہ صرف مجبور ہوئی بلکہ پارلیمنٹ اور سینٹ سے بل پاس کرکے اسے قانون اور آئین کا حصہ بھی بنادیا کہ مسلمانوں کے عائلی قوانین اسلام کے مطابق ہی رہیں گے۔

جبکہ ہمارے ہاں ساٹھ کی دہائی میں غلام احمد پرویز منکر حدیث نے عائلی قوانین کو تبدیل کرکے غیر اسلامی کرکے ملک میں نافذ کردیا اور اس وقت سے لے کر آج تک باوجود 95 فیصد مسلمان ہونے کے ہمارا عائلی قانون غیر اسلامی ہے۔

اس عرصے میں شاید ہی کوئی ایسی اسمبلی گزری ہو جس میں جمعیت اور جماعت اسلامی کے کچھ نہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے نہ ہوں۔ جب پاکستان بنا تھا اس وقت یہ قوانین اسلامی تھے، اور تقریباً پندرہ سال تک اسلامی رہے، پھر غیر اسلامی کردیے گئے اور ہم پارلیمنٹ کے ذریعے پچھلے ساٹھ سال سے ان عائلی قوانین کو اسلامی نہیں بنا سکے۔ اس کے برعکس جن جن ایشوز پر تحریکیں چلی ہیں انہیں کامیابی ملی ہے، جیسے تحریک ختم نبوت جسے مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ جیسی مخلص، بے باک اور بے غرض شخصیت کی قیادت حاصل تھی۔ اسی طرح تحریک نظام مصطفیٰؐ جس کے نتیجے میں کم از کم آئین تو اسلامی ہوگیا۔ آگے مزید کام بھی ہوجاتا اگر اس تحریک کو درمیان میں ختم نہ کردیا گیا ہوتا۔

چنانچہ آج بھی اگر کامیابی حاصل کرنی ہے تو تمام مسالک کی تمام جمعیتوں کو مل کر تحریک چلانی ہوگی۔ تحریکوں کو کتنی جلدی اور کتنی بھرپور کامیابی ملتی ہے اس کا اندازہ مذہبی طبقے کو نہیں البتہ سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور ان طبقات کو اس کا ٹھیک ٹھیک اور پورا پورا اندازہ ہے جو ستر سال سے حکمران ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ طبقات اب آئندہ کے لئے کوئی تحریک شروع نہیں ہونے دیتے۔ پچھلے پندرہ بیس سال میں مخلصین اُمت غیر سیاسی علمائے کرام نے کئی بار تحریک چلانے کی کوششیں کی لیکن ہمیشہ موجودہ سیاست کی حصے دار مذہبی جماعتیں رکاوٹ بن گئیں۔ 80 کی دہائی میں حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی کی قیادت میں تمام مکاتب فکر کے سینکڑوں علماء کئی دن تک سرجوڑ کر بیٹھے رہے اور بھرپور تحریک چلانے کا اعلان ہوا۔ پھر چند سالوں بعد اسی طرح سینکڑوں علماء نے امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی قیادت میں بھرپور تحریک چلانے کی کوشش کی۔ پھر اس کے بعد مفتی جمیل خان، مفتی نظام الدین شامزئی سمیت بے شمار غیر سیاسی علماء کوششیں فرماتے رہے لیکن ہمیشہ سیاسی نظام میں جڑا ہوا مذہبی طبقہ غیر محسوس طریقے سے رکاوٹ ڈال کر ابتدا میں ہی ان تحریکوں کو ناکام بناتا رہا۔

ابھی حال ہی میں چند مہینے قبل ملک کی 36 مذہبی جماعتوں نے منصورہ میں بہت بڑی بیٹھک کی جس میں سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہمیں مل کر نظام مصطفیٰؐ کے لئے تحریک چلانی چاہیے۔ لیکن افسوس صد افسوس اس بار بھی وہی ہوا جو اس سے قبل ہوتا رہا اور انہی نے کیا جو اس سے قبل بھی کرتے رہے۔ 36 میں سے 35 جماعتوں سے پوچھ لیں اس اتحاد کو توڑنے اور اس اتفاق کو افتراق میں بدلنے کا کردار کس بڑی مذہبی سیاسی جماعت نے ادا کیا؟

My Personal Experience with the Israeli occupation

(Part 2 of 2)

I was very active in the student campus movement in the States. I was ambivalent about the US. On the one hand I was impressed by the democracy and freedom of speech, on the other I was frustrated by the country's wanton support of Israel's oppressive policies. That feeling is still very much alive in me. Only the frustration and indignation have increased. My letters to the editor can be found in such papers as "the Oklahoma Daily" and "the Daily Egyptians" under the name Khalid Suleiman. Occasionally, I used other names to elude the Zionists.

In 1983, I returned to the West Bank.

However, there is a little story that happened to me on my way back to Hebron. While traveling from Istanbul to Cairo, I thought I should travel directly to the Ben Gurion airport (without having to travel to Amman first as usual) and then by car to the West Bank. The El AL officer at the Cairo Airport assured me that everything would be ok, and I would be able to travel to Hebron very smoothly. It was not.

When we landed at Ben Gurion, I was immediately arrested. The Shin Beth interrogated me for five hours on my studies back in the states, my friends, the associations I was affiliated with, etc.

Then, I was told that the Israeli interior minister of that time, Yosef Burg (father of present Knesset speaker Abraham Burg) issued an order barring my entry into the country (my country). The order stated that I should be deported back to Egypt within 24 hours.

To make things worse, the police confiscated my papers, including the vital green "travel permit" issued by the Israeli military government and renewed by the Israeli consulate in Dallas. Without the permit, I would not be able to return to Hebron. Was it that Burg wanted to banish me from my country forever as had been done to millions of Palestinians?

It was nearly 7:00 pm, and the soldiers took me to the old British barracks where they told me to stay till the next morning. Three female soldiers stayed next to me, and they were making all sorts of jokes about me. They apparently didn't know I knew Hebrew. I was given an orange; I didn't eat it.

The next morning, airport officials forced me onto an Air Sinai plane and within two hours I was in Cairo again.

There, like a professional hijacker, I slipped into the Jordanian Royal Airways hall, convinced a Palestinian clerk to let me in. He did. On my way to Amman from Cairo, I was overwhelmed by anxiety. The Israeli authorities had stamped my Jordanian passport at the Ben Gurion airport, which meant that if the Jordanians found out that I had been in Tel Aviv, they most likely would throw me into jail for "dealing with the enemy."

Luckily the Jordanian Passport official at Amman International airport was so busy that he didn't examine the stamps on my passport. Good for me.

Then I faced the problem of my confiscated travel permit. I had to be smart, otherwise I would stay a refugee for the rest of my life.

So I went to the Main office of the Red Cross in Amman and told them that I had lost my Israeli travel permit in New York. (A good lie.) Well, the RC issued me a special VIP document in lieu of the one confiscated by the Israelis. Then I headed westward to the Allenby Bridge. There, luckily, I was admitted rather respectfully, apparently with the Israelis not aware of what had happened to me 48 hours earlier at Ben Gurion Airport.

Allenby Bridge. There, luckily, I was admitted rather respectfully, apparently with the Israelis not aware of what had happened to me 48 hours earlier at Ben Gurion Airport.

In 1984, I began my journalistic career. Slowly, the Israeli would soon be getting fed up with my ideas and writings. Then the Mukhabarat (Shabak) would summon me once a month on the average. They would ask me to become a collaborator. I would tell them "do you think that somebody like me would become a collaborator?"

The way the Shabak (the Shin Beth) behaved convinced me that the Israeli state classified the Palestinians into two categories, collaborators and terrorists, nothing in between.

The place where the interrogation took place was crowded with Palestinians being tortured. I would hear people screaming. I personally know at least six people who died of torture in one year. One of them, Abdul Samad Herezat, was a personal friend of mine. He died as a result of the "the shaking technique."

The Israelis used a variety of torture methods against Palestinian inmates, including hooding, savage beating, electric shocks, sleep deprivation, suffocation, and many other forms of physical and psychological pressure. Israeli doctors would help administer the torture. Sometimes, they would bring an inmate's wife or sister and threaten to rape her in front of him. They would not rape the woman, but only threaten to do so in order to extract confessions from the inmate.

During the first intifada (1987-93), the Israeli army used really dirty tactics of collective punishment against the entire population. They would confine people inside their homes for 30 consecutive days, and if one ventured to get out, he would be shot dead.

It was like hibernation, and many ill people would succumb to their illnesses, being barred from leaving their homes. In Hebron, the curfew lasted for three months after the Ibrahimi Mosque massacre in 1994. They were like 90 days in hell.

I remember that in March 1994, Israeli president Ezer Weisman visited Hebron to offer condolences to the Palestinians. I was asked by my editor to cover the visit, which required that I apply for a travel permit at the Adorayem military camp in order to be able to travel the 10 kilometers to Hebron. I was stunned when the officer in command told me "sorry you can't go."

I retorted "but there are many journalists there." Then he said, "Yes, they are Jewish journalists, and you are not a Jew."

Earlier, the Israeli Shabak officer closed my AL-Qods press office in downtown Hebron and instructed all Arabic newspapers in the West Bank not to publish my reports. Indeed, my fax machine was confiscated and they would not give me a telephone line. Imagine I was only able to receive a telephone line in 1995 after the installment of the Palestinian Authority.

Today, I am confined to my hometown of Dura, near Hebron. I can't travel outside, I can't travel abroad, and I can't even travel to the next village. The Israeli Shin Beth still controls our lives. Today a Shin Beth officer, Captain Eitan, called me and asked me about the PA latest crackdown on Hamas. His massage was "we are watching you."

In short, the Israeli occupation is perpetual misery, torment, persecution, enslavement, and dehumanization. I feel frustrated because I can't communicate to you the full extent of this enduring evil. It transcends reality.

(End of part 2)

<u>Courtesy:</u> *Khalid Amayreh is an American-educated Palestinian journalist based in the West Bank. He lives with his family in the Occupied Palestinian town of Dura.*

VOL : 26 Regd. C.P.L NO. 114 No.19